امتہ العزیز شہزاد

ایک ڈھلتی عمر کی عورت سڑک پار کرتے ہوئے ایک لڑکی کو دیکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک ماڈرن عورت ہے۔ وہ اسے چلا کر رکنے کے لیے کہتی ہے لیکن وہ دونوں سڑک پار کر کے گاڑی میں بیٹھ کر چلی جاتی ہیں۔

وقار صاحب کے دو بچے ہیں۔ اجیہ اور سائر۔ وہ سائر کی شادی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان کی بیوی اس دنیا میں نہیں ہے۔ ان کی سالی مہ پارہ خاص طور پر لندن سے اس شادی میں شرکت کرنے آئی ہیں۔ اجیہ وقار صاحب کو بتاتی ہے کہ سائر اس شادی سے ناخوش نظر آتا ہے۔ وقار صاحب یہ سن کر پریشان ہو جاتے ہیں۔

اجیہ بہت خوب صورت ہے۔ وہ دو ماہ کی تھی جب اس کی ماں چلی گئی۔ وہ اپنی خالہ مہ پارہ سے پوچھتی ہے، اس کی ماں کیسی تھیں۔ مہ پارہ بتاتی ہیں کہ اس کی ماں بہت خوب صورت تھی بالکل کانچ سے بنی مورت۔ وقار صاحب کی بہنیں بھی انہیں احساس دلاتی ہیں کہ سائر اس شادی سے خوش نہیں ہے۔ تب وقار صاحب سائر سے براہ راست بات کرتے ہیں کہ سائر کہیں اور انٹرسٹڈ تو نہیں ہے۔ تب سائر کہتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور وہ اپنے باپ کی کوئی بھی خواہش رد نہیں کر سکتا۔

سائر کی شادی میرب سے ہو رہی ہے۔ میرب دو سال کی تھی جب ان کی ماں بھی دنیا سے چلی گئی تھیں۔ ابراہیم صاحب نے اس کے بعد شادی نہیں کی۔ ان کے پڑوسی اور دوست احمد سعید اور ان کی بیگم نے میرب کا خیال اپنے بچوں کی طرح رکھا سعید صاحب کی بیٹی ماریہ کی میرب سے گہری دوستی ہے ان کا ایک بیٹا عاشر ہے جو اجیہ کو پسند کرتا ہے شادی کی

مکمل ناول

تقریبات میں سائر کا رویہ بہت اکھڑا ہوا رہتا ہے۔ شادی کی رات بھی وہ میرب سے، بہت رکھائی سے پیش آتا ہے وہ میرب سے کہتا ہے کہ وہ اس سے صرف وفاداری کی توقع رکھتا ہے اور اسے اپنی بہن اور والد کا خیال رکھنے کو کہتا ہے۔

اجیہ کی دوست شینا بہت آزاد خیال لڑکی ہے۔ اس کا بھائی آغا شایان اجیہ میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔ اجیہ بھی اس کی طرف مائل ہے۔ جبکہ میرب کا بھائی سعد' اجیہ کو پسند کرتا ہے۔

سائر کا رویہ میرب کے ساتھ بہت عجیب ہے۔ وہ معمولی باتوں پر شدید رد عمل ظاہر کرتا ہے۔' وہ کہتا ہے کہ وہ کسی بھی لڑکے سے بات نہ کرے۔

وہ عورت جس نے سڑک پر مہ پارہ کو دیکھا تھا۔ ایک خستہ فلیٹ میں رہتی ہے۔ وہاں سے کوئی پرانا پتا نکال کر مہ پارہ کے گھر جاتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ مہ پارہ وہ گھر چھوڑ چکی ہے۔ لیکن وہاں کے مکین اسے وقار صاحب کے گھر کا پتا دے دیتے ہیں۔

تب وہ کہتی ہے وقار آج سے سالوں پہلے تم نے جو اذیت مجھے پہنچائی تھی' اس کے بدلے کا وقت آپہنچا ہے۔"

شیخ عبدالحمید کریانہ فروش ہیں۔ دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں' نازو' چندا اور مانو۔ چندا کا مزاج اور صورت سب سے الگ ہے۔ وہ بے حد حسین ہے اور پڑھائی کے بجائے دوسری رنگا رنگ سرگرمیوں میں دلچسپی رکھتی ہے۔ شیخ صاحب کی لاڈلی ہے۔ کالج میں ایک ڈرامے میں قلوپطرہ کا کردار کرتی ہے تو آصف شیرازی اسے ٹی وی پر اداکاری کی آفر کرتا ہے۔ وہ ایک ڈائریکٹر شکیل ملک کا ملازم ہے۔ اس آفر پر چندا بہت خوش ہوتی ہے لیکن وہ جانتی ہے کہ اس کے گھر والے کبھی اسے ٹی وی پر کام کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور شادی کر کے رخصت کر دیں گے۔ وہ آصف شیرازی سے کہتی ہے کہ تم مجھ سے شادی کر لو یہ اصلی شادی نہیں صرف ایک معاہدہ ہوگا۔ میں گھر والوں کے چنگل سے نکل آؤں گی۔ آصف مان جاتا ہے۔

ساتویں اور آخری قسط

"آصف ... گھر کے کاغذات نہیں مل رہے مجھے۔ میں نے پوری اسٹڈی چھان لی ہے۔" چندا کا پریشانی سے برا حال ہو گیا۔ جمیل کے نکلنے کے بعد اس نے اسٹڈی میں جا کر وہ مخصوص لاکر کھولا۔ جس میں اہم کاغذات وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ وہاں چند ردی کاغذوں اور چند ایک غیر ضروری دستاویزات کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ وہ بری طرح چکرا کر رہ گئی اور اس نے مارے گھبراہٹ کے اپنے ہمدرد کو فون ملایا۔

"کیا... دھیان سے دیکھو' اگر تم نے وہاں رکھے تھے تو وہیں پر ہوں گے۔"

"میں کیا بکواس کر رہی ہوں... کہ نہیں ہیں وہاں... وہاں کیا پوری اسٹڈی میں کہیں نہیں ہیں۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔

"شوہر کہاں ہے تمہارا... اس سے پوچھو' شاید اس نے کہیں رکھ دیے ہوں۔"

"وہ اس وقت فلائٹ میں ہوگا' کیسے پوچھوں؟" وہ جھلا کر بولی۔

"اچھا... وہ نہیں ہے گھر پہ... تب پھر میں آدھے گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں تمہارے گھر پر پھر دیکھتے ہیں۔" اس نے کہہ کر بنا کچھ سنے لائن منقطع کر دی۔ چندا نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ وہ سر پکڑے بیٹھی تھی۔

پھر واقعی آدھے گھنٹے بعد وہ اس کے سامنے موجود تھا۔

"کہاں رکھے تھے کاغذات؟" اس نے ایک الماری کی طرف اشارہ کر دیا۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے شوہر نے احتیاط کے پیش نظر کاغذات بینک میں رکھوا دیے ہوں۔" اس نے کہا۔

"اگر ایسا ہوا ہے تب تو مسئلہ ہو جائے گا۔ میں کیا کہہ کر اس سے کاغذات مانگوں گی۔" وہ فکرمندی سے بولی۔

"بہت خوب..." آصف طنز آمیز غصے سے بولا۔ "جب میں اتنے دن سے تم سے یہی خدشہ ظاہر کر رہا تھا تب تمہارے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اب اگر گھر

ہاتھ سے نکل گیا نا۔۔۔ تو پھر بیٹھی اپنی قسمت کو روتی رہنا۔"

"مگر اس نے ڈاکومنٹس کی جگہ تبدیل کی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے' گھر رہے گا تو میرے نام ہی پر نا۔" وہ اس کی بے وقوفی پر سر پیٹ کر رہ گئی۔

"نہ جانے تمہیں اپنے شوہر پر اتنا اندھا اعتماد کیوں ہے؟ بی بی تم ہو کس جہان میں۔۔۔ ہمارے ملک میں ہر جعلی کام بڑے اصلی طریقے سے ہوتا ہے۔ خیر تمہیں سمجھانا تو بے کار ہی ہے۔ تمہیں کون سا عقل آجاتی ہے۔" اس نے بے چارگی سے سر جھٹکا اور کرسی پر ڈھے گیا۔ چندا اس کی بات سن کر حقیقی معنوں میں تشویش کا شکار ہوئی تھی۔

"تو اب کیا کروں میں؟" اس نے پھر سر پکڑ لیا اپنا۔

"تمہاری لالچ کی حد بھی ہے' اس نے تمہارے نام پر کاروبار کیا شروع کرلیا' تمہاری ساری ہمدردی اس کے ساتھ ہوگئی۔ کاروبار کا تو پتا نہیں' اگر اس چکر میں گھر ہاتھ سے نکل گیا نا تو بہت برا ہوگا۔" وہ سخت برافروختہ تھا۔

"اب تم خاموش ہو کر مسئلے کا حل بھی بتاؤ گے یا یوں ہی بھونکتے رہو گے۔" وہ چڑ کر اسے جھڑکتے ہوئے بولی۔

"حل کوئی نہیں سوائے اس کے کہ تم اس سے پوچھو کہ اس نے ڈاکومنٹس کہاں رکھے ہیں؟" اس نے سر جھٹکا۔

تب ہی بڑے زور کی بجلی چمکی اور یکلخت موسلا دھار بارش برسنا شروع ہوگئی۔ ان دونوں نے چونک کر ہوا کی شوریدہ سری کے آگے مجبور کھڑکی کی جانب دیکھا۔

"یار۔۔۔ یہ تو بہت تیز بارش شروع ہوگئی۔ اب میں گھر واپس کیسے جاؤں گا؟" آصف گھبرا کر کھڑا ہوا۔

"کچھ دیر میں بارش رک جائے تو چلے جانا۔" چندا نے بمشکل تمام کھڑکی کے پٹ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" اب وہ اطمینان سے انگڑائی لے کر بولا۔ "چلو جب تک میں تمہارے بیڈ روم میں آرام کرلوں۔" آصف نے آنکھ دبا کر کہا۔ بھیگا بھیگا موسم اور اس پر چندا کی بے پناہ کشش کی حامل خوب صورتی' وہ بہک نہیں سکتا تو اور کیا ہوتا۔

"اپنی حد میں رہو۔" چندا نے اسے پرے دھکیلا۔

"میری حد کیا ہے۔۔۔ آج تم بتا ہی دو مجھے۔" وہ اس کے مزید نزدیک آکر بولا تھا۔ چندا نے مزاحمت کی کوشش کی' ایسی مزاحمت جو بے دم بے جان ہوتی ہے۔

دوسری طرف کمرے میں سونو بری طرح سہما' زینت بی کے ممتا بھرے جسم سے لگا تھر تھر کانپ رہا تھا صد شکر کہ بچی سو چکی تھی۔

"زینت بی۔۔۔ اکیلے میں مما کو بھی ڈر لگ رہا ہوگا نا۔۔۔ آج تو بابا بھی نہیں ہیں۔"

"بیٹا۔۔۔ آپ کی مما بہت بہادر ہیں' وہ خوف زدہ نہیں ہوتیں۔" وہ اسے تھپکتے ہوئے بولیں۔ ان کے علم میں نہیں تھا کہ چندا کی تنہائی بانٹنے والا آچکا ہے۔

"مجھے بارش سے بہت ڈر لگ رہا ہے زینت بی' مجھے بابا کی یاد آرہی ہے بہت۔ آسمان پر تو بارش ہے نا۔۔۔ بابا کا جہاز گیلا ہو گیا ہوگا۔" وہ نیم غنودگی میں بولا۔ زینت بی شفقت سے مسکرادیں۔

"ہاں۔۔۔ یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ اچھا بس اب دعا پڑھو اور سو جاؤ۔ اچھے بچے یوں خوف زدہ تھوڑی ہوتے ہیں۔"

"سونے کی دعا کیا تھی۔۔۔ سوری زینت بی' میں بھول گیا۔" اس نے خفت سے کہا۔

"کوئی بات نہیں' روز پڑھ کر سوؤ گے تو یاد رہے گی' پڑھو اللھم۔۔۔"

"اللھم۔۔۔" اس نے دہرایا۔

"بسمک۔۔۔ ابھی زینت بی نے کہا ہی تھا کہ باہر سے کسی کے زور سے چلانے کی آواز آئی تھی۔

"یا اللہ خیر۔" وہ دہل کر اٹھی تھیں۔

✡ ✡ ✡

"جو تم کرنے جارہے ہو' وہ انتہائی خطرناک ہے۔

لہٰذا تم ایک مرتبہ پھر سوچ لو۔" ہمدانی نے کہا۔

"بہت دن سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے ہمدانی۔ میں تو اسے جان سے مار دینا چاہتا ہوں مگر پھر سوچتا ہوں کہ اسے جان سے مار دینے سے مجھے کیا ملے گا۔ میرے بچے ماں کی محبت سے تو پیدائشی محروم ہیں' باپ کی شفقت بھی ان سے چھن جائے گی۔" وہ گہری اداسی سے کہہ رہا تھا۔

"یہ انتہائی قدم اٹھانے سے قبل ایک مرتبہ تمہیں ان سے کھل کر بات کر لینی چاہیے تھی۔"

"کیا بات کرتا؟ یہ کہ تم آج تک مجھ سے بے وفائی کیوں کرتی رہیں یا پھر یہ کہ کیا سوچ کر تم میری عزت کو روندتی رہیں یا یہ پوچھتا کہ تمہیں مجھے دھوکا دیتے ہوئے کبھی شرم آئی؟ نہیں ہمدانی! اس کی نازیبا حرکتوں کا جواز کچھ بھی ہو مگر مجھ میں اتنا ظرف نہیں کہ میں اسے معاف کر سکوں' جبکہ معافی تلافی کا سوال ہی کیا۔ وہ معافی کیا مانگے گی جسے اپنی غلطی کا احساس تک نہیں۔" وہ زخمی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

بات اس کی ٹھیک تھی ہمدانی کچھ نہیں بولا۔

"مگر اب تم ایک بیٹی کے باپ بن چکے ہو۔ بیٹی کے لیے ماں کا ہونا بے حد ضروری ہوا کرتا ہے۔"

"ماں کا ہونا نا۔ وہ نہ بیٹی ہے' نہ بہن ہے' نہ بیوی ہے' تو وہ ماں کیسے بن سکتی ہے؟ وہ صرف چترا ہے اور کچھ نہیں' وہ اپنے لیے جیتی' اپنے لیے مرتی ہے' اسے کسی کی زندگی اور موت سے کوئی سروکار نہیں۔"

ہمدانی بغور اس کی بات سنتے ہوئے خاموش رہا۔

"اور پھر بہت مشہور کہاوت ہے کہ بیٹی ماں کا عکس ہوتی ہے۔ اور میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ میری بیٹی اس کا عکس بنے۔" وہ قطعیت سے بولا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔" ہمدانی نے تائید کی' جمیل خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر فون اپنی طرف کھینچ کر کسی کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہاں رفیق۔ کیا رپورٹ ہے؟" دوسری طرف نجانے کیا کہا گیا تھا کہ اس کی آنکھوں سے خون چھلکنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے فون رکھا۔ پھر کہیں اور نمبر ملایا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔

"ہیلو۔ میں جمیل بات کر رہا ہوں' قاسم سے بات ہو سکتی ہے۔" اس نے رابطہ ملنے پر کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ اجیہ نے کیا اس فیصلے کو دل سے قبول کر لیا ہے؟" وقار نے میرب سے پوچھا۔ آج میرب چار پانچ دن بعد اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ وہ تو دوسرے ہی دن اسی کمرے سے گھبرا کر باہر نکلنے کے لیے پر تول رہی تھی مگر سائے کی طرح اس کے ساتھ موجود لالی نے اسے ہرگز باہر نہ نکلنے دیا۔ وہ بھی احتیاط کے پیش نظر اس کی بات مان گئی تھی۔ اس دوران سائر کو بھی بخار نے آلیا تو وہ بھی گھر ہی پر موجود رہا' ہر چند کہ وہ زیادہ وقت وقار صاحب کے کمرے ہی میں گزار رہا تھا تھا تو گھر ہی پر موجود نا۔ وہ نہیں ہوتا تو میرب وہ ڈائریاں ضرور ہی پڑھنے کی کوشش کرتی' ظاہر ہے اس کے دل میں کھدبد ہو رہی تھی۔ وہ ایک بار اس نے سائر کا سر دبانے یا اسے دوا دینے کی کوشش بھی کی مگر سائر نے نرمی سے ٹوک کر اسے صرف اپنا خیال رکھنے کی تاکید کی' وہ تو اس کے بدلے بدلے اور مہربان انداز دیکھ کر مطمئن اور شاداں و فرحاں ہی تھی۔ ٹھیک کہہ رہی تھیں سعدیہ آنٹی۔ اولاد واقعی اکھڑ سے اکھڑ اور سخت سے سخت آدمی کو اپنا رویہ بدلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

ان چار پانچ دنوں میں سکون رہا اس لیے سب ہی کچھ مطمئن سے ہو گئے۔ میرب اپنے کمرے سے نکل کر اسٹڈی میں کوئی کتاب لینے کی غرض سے آئی تو وہاں وقار موجود تھے پہلے تو اسے دیکھ کر ناراض ہونے لگے بعد ازاں میرب کے تسلی دلانے پر اسے وہیں بٹھا کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے اجیہ کا موضوع چھیڑ بیٹھے۔

"بظاہر تو وہ خاموش ہو گئی ہے مگر کچھ الجھی الجھی اور پریشان سی لگتی ہے۔ ابھی کچھ دن لگیں گے بابا۔ انشاء

اللہ آہستہ آہستہ سنبھل جائے گی۔"

"اللہ جانتا ہے کہ میں نے باوجود اپنی ناپسندیدگی کے ان لوگوں سے اس لڑکے سے صرف اس کی خاطر ملاقات کی۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ سائر کتنا ناراض ہو رہا تھا اسے سمجھایا، راضی کیا صرف اس کی خاطر اب وہ لڑکا ہی بد کردار نکلا تو اس سے اجیہ کو بچانا بھی تو ہمارا ہی فرض تھا نا بیٹی۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اس نے ہمارے خلوص اور محبت پر اس لڑکے کی بناوٹی محبت کو ترجیح دی۔" وہ رنجیدہ ہو گئے۔

"بابا۔ یہ عمر ہوتی ہی ایسی ہے، ہر چمکتی چیز سونا معلوم ہوتی ہے۔"

"تم بھی تو اس سے محض چند برس ہی بڑی ہو مگر تم تو اتنی نادان اور جذباتی سی نہیں ہو۔" وہ میرب کا اجیہ کا دفاع کرنے پر کچھ ناراضی سے اسے دیکھنے لگے۔

"مزاج، مزاج میں فرق ہوتا ہے بابا جان! یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں پھر میری تربیت میں بہت حد تک سعدیہ آنٹی کا ہاتھ رہا شاید اس لیے میری طبیعت میں سنجیدگی بردباری اور ٹھہراؤ آگیا ہو گا ورنہ اگر میں بھی اجیہ کی طرح پلی بڑھی ہوتی تو شاید میری شخصیت میں بھی خلا رہ جاتا۔" وہ بولی۔

"ہاں۔ کہتی تو تم ٹھیک ہی ہو۔ میں نے ان دونوں کی پرورش تو کی مگر تربیت شاید اس طرح نہیں کر پایا جیسا کہ ایک ماں کیا کرتی ہے۔" انہوں نے چشمہ اتار کر ٹیبل پر رکھ دیا اور تھکے تھکے سے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"بابا۔ میرب کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ "آپ دوسری شادی کر لیتے آپ ینگ تھے، پیسے والے تھے، نہیں تو کم از کم ان کی خالہ، پھپھی کسی کے نزدیک رہتے تو شاید۔" وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی۔ خود اس نے بھی تو یہی حالات دیکھے تھے، خالہ، پھپھی یا چچی تائی نے کتنا رکھ لیا تھا اسے اور عاشر کو؟

"میں اپنے بچوں کے معاملے میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔" میرب بے ساختہ مسکرائی۔

"اپنے بچوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں آپ۔"

"یہی دونوں تو میری کل کائنات میری زندگی ہیں۔" وہ دل کی گہرائیوں سے بولے۔ پھر پوچھنے لگے۔

"سائر کہاں ہے؟"

"آفس سے آکر کھانا کھا کر پھر دوبارہ کہیں کام سے چلے گئے۔"

"بخار اتر گیا ہے نا اس کا۔ بے چارہ بچہ۔ بہت محنت کر رہا ہے۔ میں نے تو پچھلے دو سال سے آفس جانا سمجھو ترک ہی کر دیا ہے" وہ بھری محبت فکر مندی سے بولے۔

"حالانکہ آپ کو جانا چاہیے۔ ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے۔" وہ شرارت سے مسکرائی۔

"یہ تو بیٹا جی کومپلیمنٹ ہو گیا آپ کا۔" وہ زور سے ہنس پڑے تب ہی لالی نے کمرے میں آکر جھانکا اور اطلاع پہنچائی کہ سائر اسے کمرے میں بلا رہا ہے۔ یعنی وہ گھر واپس آچکا تھا۔

"ہاں۔ ہاں جاؤ آرام کرو وقت بھی زیادہ ہو گیا ہے' میں بھی اب آرام کروں گا۔" وہ اٹھنے لگے۔

☼ ☼ ☼

وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ سامنے ہی سائر بیڈ پر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ ناک پر دوپٹہ رکھ لیا کہ سگریٹ کا دھواں میرب کے لیے اس حالت میں سخت نقصان دہ تھا۔ اسے دیکھ کر سائر نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دی۔

"کہاں تھیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"اسٹڈی میں بابا کے ساتھ باتیں کر رہی تھی' آپ کہاں چلے گئے تھے۔" وہ واش روم کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔

"تم فریش ہو کر ٹیرس پر آجاؤ۔" اس نے جواب دیے بنا کہا۔

یقیناً سائر کا باتیں کرنے کا موڈ ہو رہا تھا اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی۔ وہ واش روم سے باہر نکلی' ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں اپنا عکس دیکھا ہاتھوں سے بال ٹھیک کیے اور دروازہ کھول کر ٹیرس پر چلی آئی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" وہ ٹیرس میں داخل ہوئی تو سفید اور سرخ گلابوں سے سجا گلدستہ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے سائر مسکرا کر بولا۔

وہ دنگ رہ گئی۔ کین کی خوب صورت سی میز پر چاکلیٹ پائن ایپل کیک سجا تھا۔ ساتھ ہی سرخ رنگ کے تہنیتی کارڈز رکھے ہوئے تھے۔ اور دو چار ادھ کھلی گلاب کی کلیاں بھی۔

"آپ کو یاد تھا۔" اس کے لب خوشی سے کپکپا اٹھے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کے تھام لیا۔

"میں کچھ بھی بھولتا نہیں۔" اس کی بے تاثر نگاہیں مسکراتے لبوں کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھیں۔ وہ اسے کندھوں سے تھام کر میز کے نزدیک لایا۔ پھر اس کے ہاتھ میں سرخ ربن لگی چھری تھمائی۔

"تو کیک کاٹو۔" رنگ برنگی چھوٹی چھوٹی دو چار موم بتیاں کیک پر بھی تو تھیں مگر روشن نہیں تھیں کیوں کہ ہوا بہت چل رہی تھی۔ ہاں البتہ ٹیرس کی فینسی لائٹ روشن تھی۔

گو کہ میرب کے چہرے کی چمک کے آگے اس وقت تو وہ ماند پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" سائر گنگنایا' میرب نے کیک پر چھری پھیری اس وقت ٹھیک بارہ کا وقت تھا جب سائر نے یہ یادگار لمحہ ہمیشہ کے لیے اپنے موبائل کے کیمرے کی آنکھ میں مقید کر لیا تھا۔ میرب نے کیک کا پیس کاٹا اور سائر کو کھلانے لگی۔

"اب یہ منظر کون Capture کرے گا" وہ پریشانی سے بولی۔

"تم کھلاؤ۔" سائر نے کہا اور خود اپنے ہاتھ سے تصویر بھی اتار لی۔ میرب اسے کھلاتے ہوئے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ویسے یہ میری زندگی کا یادگار ترین برتھ ڈے ہے۔" اس نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اور میرا گفٹ۔" وہ بچوں کے انداز میں بولی۔

"یہ رہا۔" سائر نے ایک سنہرے کاغذ میں لپٹا تحفہ آگے کیا۔

"تھینک یو سو مچ۔" میرب کی آنکھیں جھلملا گئیں۔

"آپ بہت اچھے ہیں۔" میرب اس کا ہاتھ دبا کر جذب سے بولی۔ آخر تھی نا ایک عورت۔ شوہر کے ذرا سے التفات سے سب کچھ بھول کر اسے دیوتا ماننے والی۔ تب ہی سائر کا فون بجنے لگا۔

"ہیلو۔ جی اسلام و علیکم' جی میں خیریت سے ہوں۔ لیں بات کرلیں۔"

اس نے فون میرب کی جانب بڑھایا' ابراہیم صاحب کا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے میری جان۔" کیسی ہو تم؟" وہ پر شفقت لہجے میں بولے۔

"تھینک یو بابا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں' آپ کیسے ہیں' عاشر کیسا ہے؟" اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"ہم بھی مالک کا کرم ہے ٹھیک ہیں' خیریت سے ہیں' تمہیں یاد کرتے رہتے ہیں۔" وہ بولے تو وہ افسردگی سے کہہ اٹھی۔

"مجھے یاد کرتے تو میرے پاس نہ آجاتے۔"

"ویری ویری ۔ ویری ویری' زیادہ ملکہ جذبات نہ بنو اور نہ ہی ہمیں جذباتی مار مارنے کی ضرورت ہے۔" عاشر تھا۔

"تم تو مجھ سے بالکل بات مت کرو۔" وہ یکلخت ناراضی سے چیخی۔ اتنے مصروف ہوگئے کہ اکلوتی بہن سے بات تک کرنے کی فرصت نہیں۔"

"کر تو رہا ہوں۔ جنم دن مبارک ہو بہنا۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"بس۔ بس زیادہ فلمی ایکٹر بننے کی ضرورت نہیں' یہ بتاؤ پاکستان کب آرہے ہو؟" وہ ہنسی روک کر بولی۔

"بہت جلد۔ عنقریب' صرف اپنے بھانجے یا بھانجی کی خاطر۔" اس نے کہا تو وہ بے ساختہ جھینپ گئی۔ مگر خوشی بے تحاشا ہوئی۔

"سچ کہہ رہے ہو۔"

"آج تک تمہارے بھائی نے جھوٹ بولا ہے؟"

"ہم بارہ بجے کے بعد بات کررہے ہیں۔ آج کا دن کل میں تبدیل ہوچکا ہے۔"

"ہاہاہا۔" وہاں سے وہ کان پھاڑ دینے والا جناتی قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"مذاق برطرف۔ ہمارا واقعی ارادہ ہے' بابا تو یہاں آکر سمجھو بالکل ہی مس ہو کر رہ گئے ہیں' پاکستان کو بہت مس کرتے ہیں اسی لیے ہم نے سوچا ہے وہاں آنے کا۔"

"بہت اچھی بات ہے۔" وہ ان کے فیصلے کو سراہتے ہوئے بولی۔ "مجھے بھی بڑی تقویت ملے گی اچھا سنو۔" اس نے فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔

"ماریہ کا فون آرہا ہے تم رکھو۔"

"افسوس ہے لڑکی! سات سمندر پار بیٹھے بھائی کی قدر نہیں۔ دو فرلانگ کے فاصلے پر موجود اپنی سہیلی کے فون کی زیادہ پروا ہے۔" وہ مصنوعی تاسف سے بولا۔

"ہاں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "اس نے اور اس کی امی نے ہر قدم پر ہر مشکل میں میرا بالکل اپنوں کی طرح ساتھ نبھایا ہے' میری سگی بہن بھی شاید میرا اتنا اور اس طرح خیال نہیں رکھتی جتنا اس نے کیا ہے۔"

"بس بس۔ میرے سامنے اس بالشتیلی کی زیادہ تو تعریفیں مت کرو اچھی طرح جانتا ہوں اس لڑاکن کو۔ دیکھنا اس انجینئر کو ساری انجینئری بھلا دے گی۔"

"ہاں۔ ہاں۔ دیکھ ہی لیں گے اچھا خدا حافظ۔"

اب اس نے ماریہ کا فون اٹھالیا۔ سائرہ بظاہر ٹیرس سے نیچے جھانک رہا تھا۔ درحقیقت وہ ٹیرس کی اونچائی کا اندازہ لگا رہا تھا۔

"کام تو بن جائے گا۔ مگر ایسا کرنا زیادہ خطرناک ہے۔ کیا پتا اس کی جان چلی جائے اور اگر بچ گئی تو سب کو بتا دے گی۔ سب کی تو خیر مجھے کوئی پروا نہیں مگر بابا۔ ان کا کیا حال ہوگا یہ خبر سن کر وہ تو ابھی تک اچیہ کے دیئے گئے جھٹکے ہی سے نہیں سنبھلے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اور امی اور سعد بھی تمہیں سالگرہ کی مبارکباد دے رہے ہیں۔"

"آنٹی اور سعد کو میرا شکریہ پہنچا دو۔" وہ کمرے سے بولی ساٸر کے کان سعد سن کر کھڑے ہو گئے۔

"تم آو نا یار کسی دن ساٸر بھاٸی کو لے کر امی کہہ رہی ہیں ہمیشہ ہی کہتی ہیں مگر تم سنتی نہیں۔" وہ ناراضی سے بولی۔

"یار تمہیں پتا تو ہے۔" وہ افسردہ ہونے لگی۔

"اچھا۔ اچھا" ماریہ جلدی سے بولی "اداس مت ہو صرف خوش رہو خوش رہنا تمہاری حالت کے لیے اچھا ہے۔"

"واہ بھٸی بڑی تجربہ کار بن رہی ہو۔" اس نے چھیڑا۔

"ارے۔" وہ چلاٸی "یہ بھی امی کہہ رہی ہیں۔"

"اچھا۔ ہاہاہا" وہ ہنس دی۔ پھر دو چار سال وہاں کی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔

"بہت گہری دوستی ہے تم لوگوں کے بیچ۔" ساٸر چبھتے لہجے میں بولا۔

"یہ سامان لالی سے کہہ کر اٹھوا لیتی ہوں۔" اس نے اس کی بات نظر انداز کر کے جلدی سے کہا مبادا اسے پھر کوٸی دورہ پڑ جاٸے۔

"ارے نہیں۔" وہ ہوشیار ہوا' لالی کو بلوایا تو خواہ مخواہ میرب کے سر پر منڈلاتی رہے گی اور اس کا منصوبہ خراب ہو جاٸے گا۔ وہ سوچنے لگا۔

"وہ سو چکی ہو گی' ساڑھے بارہ سے اوپر کا وقت ہو رہا ہے' کیک ہی رکھنا ہے نا فریج میں... میں رکھ آتا ہوں۔" اس نے کیک کی پلیٹ اٹھاٸی اور کچن میں آکر فریج میں رکھ دی۔ اس کے بعد دودھ گرم کیا اور احتیاط سے یہاں وہاں دیکھا اور اس کے بعد اپنے کرتے کی جیب سے کوٸی شیشی نکالی۔ ایک نہ دو... اس میں آٹھ گولیاں تھیں' اس نے ساری گولیاں ہتھیلی پر نکالیں۔

"اوہ... یہ تو دودھ میں گھلیں گی نہیں۔" وہ فکر مند ہو گیا۔ اس نے یہاں وہاں دیکھا' اسے ہاون دستے کا دستہ دکھاٸی دیا۔ اس نے بنا شور کیے وہ اٹھایا اور دراز میں سے تھیلی نکالی۔ تھیلی میں گولیاں رکھ کر اس پر دستہ مارا۔ "ٹھک" ایک عجیب سی آواز گونجی... اسے پسینہ آنے لگا۔ اس طرح تو بہت شور مچے گا۔ وہ پریشان ہو کر پھر یہاں وہاں دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہ میں مسالا پیسنے کی مشین آ گٸی۔ اس نے تھیلی سے گولیاں نکالیں' انہیں مشین میں ڈالا اور سوئچ آن کر دیا۔ چند سیکنڈز میں سفوف تیار تھا۔ اس نے جلدی سے وہ دودھ میں ملایا' تب ہی اسے لالی کے کوارٹر کی طرف کھلنے والے دروازے پر کچھ کھٹکا محسوس ہوا۔ اس نے نہایت تیزی سے دودھ کا گلاس اٹھایا۔ تب ہی دروازہ کھول کر لالی اندر آتی دکھاٸی دی۔ ساٸر پر گھبراہٹ سوار ہو گٸی۔ وہ لالی کا سامنا کیے بنا اپنے کمرے میں جانے کے لیے باہر نکلا۔ "ارے صاحب جی... آپ کو کچھ چاہیے تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا... آپ نے کیوں تکلیف اٹھاٸی۔" وہ رکا مگر مڑے بنا۔ "کوٸی بات نہیں۔" کہہ کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔ لالی سونے چلی گٸی تھی۔ تب ہی اسے یاد آیا کہ وہ کچن کی کھڑکی بند کرنا بھول گٸی ہے۔ بس اسی لیے واپس آٸی تھی۔ اس نے کھلی کھڑکی بند کی۔ سلیب پر عادتاً نظر ڈالی۔ سب صاف تھا' تبھی اس کی نگاہ سفید رنگ کی پلاسٹک کی چھوٹی شیشی پر پڑی۔ شیشی اچھی اور مضبوط تھی اور خالی بھی...

"شریف جو بدہضمی کا چورن لایا ہے۔ وہ یوں ہی پڑیا میں پڑا ہے۔ اچھا ہے' اس میں ڈال لوں گی۔" اس نے ہمیشہ کی طرح خالی شیشی اپنے قبضے میں کر لی اور کچن کی لاٸٹ اور دروازہ بند کر کے واپس اپنے کوارٹر میں چلی گٸی۔ دوسری طرف ساٸر میرب سے کہہ رہا تھا۔

"یہ لو... گرم دودھ پی لو۔"

"آپ رکھ دیں میں پی لوں گی۔" وہ بولی۔

"نہیں ابھی میرے سامنے..." اس نے مسکرا کر گلاس تھاما اور پی لیا۔ وہ دودھ پیتے اسے بڑے دھیان سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ لیں... اور اب آپ بھی سو جاٸیں سکون سے' آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔" اس نے بڑے پیار سے اسے دیکھ کر کہا۔

"ہاں... اب تو سکون سے ہی سونا ہے۔" اس کا

لہجہ ذومعنی تھا۔
اس نے خالی گلاس سامنے میز پر رکھا اور لائٹ بند کر کے واقعی بڑے آرام سے آنکھیں موند لیں۔ اسے ایک بار بھی اس خالی شیشی کا دھیان نہیں آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کس کا فون تھا؟" ثمینہ جو قاسم کے پیچھے ہی کھڑی تھی، تجسس سے پوچھنے لگی۔
"جمیل کا... مجھے گھر بلایا ہے۔" قاسم نے گہری سنجیدگی سے کہا تو ثمینہ پریشانی سے بولی۔
"خدا خیر کرے... رات کے ساڑھے بارہ بج رہے ہیں' ایسی کیا بات ہو گئی۔"
"مجھے کیا پتا" وہ چڑ گیا بس اتنا کہا "گھر پر فوراً پہنچوں آدھے گھنٹے تک' کیا بات ہے' کیا معاملہ ہے؟ پوچھنے پر بھی نہیں بتایا۔" وہ خود بہت تشویش زدہ ہو رہا تھا۔
"ضرور چندا سے لڑائی ہوئی ہو گی بہت منہ زور اور بدتمیز عورت ہے' نہ جانے جمیل بھائی اسے کیسے برداشت کرتے ہیں۔" قاسم خود کئی بار ثمینہ کے سامنے چندا کو برا بھلا کہہ چکا تھا۔ اس لیے ثمینہ نے بھی بنا لحاظ کیے اس کے متعلق خیالات کا اظہار کیا۔
"تم جاؤ اندر بچوں کے پاس... میں نکلتا ہوں۔" وہ شدید کوفت زدہ ہو کر بولا۔
"میں بھی چلوں۔" وہ پرجوش ہو کر بولی تو قاسم نے اسے گھور کر دیکھا۔
"اس برستی بارش میں باہر نکلنا آسان ہے! اور میں کوئی مزے کرنے نہیں جا رہا' کیا پتا وہاں کیا معاملہ ہے' تمہیں مزے سوجھ رہے ہیں۔" اس نے ڈپٹا تو وہ منہ بنا کر بولی۔
"کیسے جائیں گے... آپ کے پاس جمیل بھائی کی طرح گاڑی تھوڑا ہی ہے۔ سارے بھیگ جائیں گے۔"
"جو بھی ہو' جانا تو پڑے گا۔" وہ پرسوچ لہجے میں بولا

☆ ☆ ☆

کچھ دیر قبل ہی اس کی آنکھ لگی تھی کہ عجیب سی گھبراہٹ کے تحت کھل گئی۔ اس کی سانسیں بہت تیز چل رہی تھیں۔ ہاتھ پیر بلکہ پورا جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا اس پر مستزاد چکراتا سر اور متلی۔
"یا اللہ... یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔" وہ بمشکل تمام اٹھی اور روم فریج سے پانی کی ٹھنڈی بوتل نکال کر منہ سے لگالی۔ ٹھنڈا پانی پی کر اسے کچھ راحت کا احساس ہوا تھا۔ تب ہی اسے زور کی ابکائی آئی... وہ واش روم کی طرف بھاگی۔ اس کی قے میں خون آیا تھا... وہ ہراساں ہو گئی۔ منہ پر پانی ڈال کر باہر نکلی اور بے چینی سے کمرے میں چکرانے لگی۔
"یا اللہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔" اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔ وہ مختلف قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی۔ تب ہی درد کی ایک شدید لہر تھی جو اس کی کمر سے اٹھی اور وجود کو چیرتی چلی گئی۔
"سائیں...!" وہ خوف و دہشت سے چلائی تھی۔

☆ ☆ ☆

قاسم جب جمیل کے گھر پہنچا وہ گھر کے باہر عالباً اسی کا منتظر تھا۔ بارش اب رکی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ رفیق اور ہمدانی بھی موجود تھے۔
"کیوں جمیل... اس وقت اس طرح کیوں بلالیا مجھے' سب خیریت تو ہے۔" اس نے جمیل و دیگر سے مصافحہ کرتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔
"اندر چلو..." وہ غیر معمولی سنجیدہ تھا۔ قاسم کو اس کے انداز پر اچنبھا ہوا۔ وہ تینوں مشینی انداز میں گھر کے اندرونی جانب بڑھنے لگے۔ ان کے انداز پر جمیل کو وحشت ہونے لگی۔ بارش جو کچھ دیر سے رکی ہوئی تھی' ایک مرتبہ پھر برسنا شروع ہو چکی تھی۔ سارے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔ جمیل نے یہاں وہاں دیکھا اور پھر پراسرار طریقے سے قاسم سے کہا۔
"تم... اور تم..."

"کچھ پتا تو چلے یہ کیا تماشا ہے۔۔۔ چندا کہاں ہیں؟" اس صورت حال سے اس کے اعصاب کشیدہ ہونے لگے۔

"خود ہی دیکھ لو کہ تمہاری بہن کہاں اور کس کے ساتھ ہے۔" اس کی آواز میں سانپ جیسی پھنکار تھی۔ قاسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"دروازہ توڑو رفیق۔۔۔" وہ بے لچک انداز میں بولا۔

"جمیل۔۔۔" ہمدانی نے اس کا ہاتھ پکڑا "تم دروازہ پر دستک دو۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے کٹھورپن سے اس کا ہاتھ جھٹکا "تم دروازہ توڑو گے رفیق۔" اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں' نہ جانے وہ ضبط کے کون سے مرحلے سے گزر رہا تھا۔

"آخر ماجرا کیا ہے۔" قاسم عاجز آگیا۔

"توڑو۔" رفیق لحیم شحیم اور توانا نوجوان تھا۔ حکم ملتے ہی آگے بڑھا اور پوری قوت سے دروازے کو دھکا لگایا۔ دوسری تیسری ضرب کی شدت اندر لگی کنڈی برداشت نہ کر سکی اور ٹوٹ کر گر پڑی۔ اب دروازہ کھل چکا تھا اور قاسم کی پوری آنکھیں بھی۔۔۔ آصف حواس باختہ بیڈ سے اٹھ کر باہر بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ چندا حق دق سی بیٹھی صورت حال کی سنگینی کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگی۔

"بے غیرت۔۔۔ ذلیل۔۔۔" آن واحد میں قاسم اس پر پل پڑا۔ پہلے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔ پھر پوری قوت سے پے در پے تھپڑوں سے اس کا منہ لال کر دیا۔ دوسری طرف رفیق نے جھومتے آصف کو دبوچ رکھا تھا۔ ہمدانی نہایت افسوس سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور جمیل۔۔۔

وہ یوں ساکت تھا گویا بے جان بت مگر نہیں۔۔۔ وہ بت نہیں تھا۔

کیونکہ بت محسوس نہیں کر سکتے مگر وہ کر رہا تھا۔ غصہ' دکھ' تکلیف' نفرت' چندا اوندھے منہ پڑی سسک رہی تھی۔ اس نے تو خواب و خیال میں بھی اس صورت حال کا تصور نہیں کیا تھا۔

"اور تو۔۔۔" اب قاسم رفیق کی گرفت میں مچلتے آصف کی جانب لپکا۔

"آوارہ' بدمعاش تیری یہ ہمت۔" وہ اب لاتوں اور گھونسوں سے اس کی تواضع کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مار مار کر خود بھی تھک کر بیڈ پر لاچاری سے ڈھے گیا۔ آصف کو جو چار چوٹ پڑی تو اس کا سارا نشہ پل بھر میں ہرن ہو گیا۔

"اب تو تم جان ہی گئے ہو گے کہ تمہیں یہاں بلانے کا مقصد کیا تھا۔" کمرے میں طاری موت کے سناٹے کو جمیل کی آواز نے توڑا۔

"تمہاری یہ بدکردار۔۔۔ ذلیل اور پنچ بہن۔۔۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا تعلق کب جڑا' شاید میری شادی سے پہلے۔۔۔ میں نے اس عورت کو پیار' محبت' مان سب دیا' آنکھ بند کر کے اس پر اعتبار کیا' اس نے جب جو فرمائش کی' میں نے اسے پورا کرنے کی کوشش کی۔۔۔ اسے زیادہ کی ہوس تھی' میں نے خود کو کاروبار میں کھپا دیا' تاکہ اس کی لامحدود خواہشات کی تکمیل کر سکوں۔ اسے مٹھیاں بھر بھر کر شاپنگ کرنے کے لیے نوٹ تھمائے اور ایک بار بھی پلٹ کر استفسار نہیں کیا کہ یہ میرے پیسے کہاں کس پر لٹا رہی ہے اور اس نے جواباً" مجھے کیا دیا؟ اب یہ بھی سنو۔ بے زاری۔۔۔ غصہ۔۔۔ جھنجلاہٹ' ہر وقت کی ناشکری' ہر وقت کی چخ چخ مگر میں یہ سب بھی برداشت کرتا رہا' سوچتا تھا کم عمر ہے ذمے داریوں سے گھبرا گئی ہے' اس لیے ایسا کرتی ہے' میں نے اس کے لیے نوکرانی رکھ دی' تاکہ اسے آرام ملے مگر اس نے مجھے مزید بے آرام کر دیا۔ مجھ سے جھوٹ بول کر اپنا وقت باہر گزارنے لگی' کس کے ساتھ کہاں اس نے جو کہا میں نے بنا شک کیے اعتبار کیا' اس کی ہر بات پر میں اسے جتنی سہولیات اور آزادی دیتا گیا یہ اس قدر ہی گھر سے بے پروا' مجھ سے بے گانی' حد تو یہ ہے کہ اپنی اکلوتی اولاد کی طرف سے بھی بے فکر ہوتی چلی گئی مگر میں اس سے محبت کرتا تھا' اس لیے اسے ہمیشہ نرمی سے سمجھانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ میرے تو گمان میں بھی

نہیں تھا کہ یہ مجھ سے بے وفائی کرے گی اور میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر بے وفائی نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔"

چندا جو پوری آنکھیں کھولے حیرت سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ یکلخت تلملا کر کھڑی ہوئی۔

"جو ابھی تم نے اپنی کرم نوازیوں کی فہرست گنوائی ہے تو تمہارے پاس اک جوان اپنی عمر سے آدھی اور خوب صورت بیوی کو اپنے پلے سے باندھے رکھنے کا اس کے علاوہ جواز تھا بھی کیا۔" وہ بڑی بے غیرتی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تمہیں صرف ایک اسی بات کی تکلیف نہیں تھی چندا۔" وہ زہر خند ہوا۔ "تم چراغ محفل تھیں۔۔۔ اور میں نے تمہیں اپنے گھر میں سجانے کی کوشش کی' تم یہاں مطمئن کیسے رہ سکتی تھیں' تمہاری فطرت ہی میں کھوٹ تھا۔ تمہاری نیت ہی میں ملاوٹ تھی۔"

"ہاں تو پھر۔۔۔" وہ بے وقوفانہ دلیری سے بولی۔

"تمہیں یہ تماشا لگا کر کیا مل گیا؟" وہ اپنے پھٹے ہونٹ سے بہتے خون کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ جمیل طنز سے ہنس پڑا۔

"مجھے کچھ ملا ہو یا نہ ملا ہو' تمہیں البتہ جو ملے گا وہ ساری زندگی میرے سینے میں جلتی آگ پر ٹھنڈی پھوار بن کر برسے گا۔"

"پہیلیاں نہ بجھواؤ جمیل۔۔۔ صاف بات کرو۔" مدھم آواز میں قاسم ناپسندیدگی سے بولا تھا۔

"میرا مشورہ یہ ہے کہ معاملات آرام سے بیٹھ کر طے کر لیے جائیں۔" ہمدانی نے لقمہ دیا۔

"تم کون ہوتے ہو مشورہ دینے والے' اپنے کام سے کام رکھو۔" اس نے بری طرح سے ہمدانی کو جھڑک دیا۔ "ہاں تو ذرا میں بھی تو دیکھوں ہم کیا کرنے لگے ہو۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر مضحکہ خیز ہنسی لبوں پر سجا کر بولی۔ قاسم اٹھ کھڑا ہوا۔ جمیل کے چہرے پر در آئے پتھریلے تاثرات دیکھ کر سہم گیا تھا۔

"میں وقار جمیل فاروقی۔۔۔ بقائمی ہوش و حواس تمہیں طلاق دیتا ہوں' طلاق دیتا ہوں۔۔۔ طلاق دیتا ہوں۔" قاسم' جمیل' جمیل پکارتا ہی رہ گیا۔

"ہاہاہا۔۔۔" چندا نے اک ہذیانی قہقہہ لگایا "تو یہ دینے والے تھے تم۔۔۔ آصف ذرا دیکھو تو" اس نے کونے میں کھڑے آصف کو فاتحانہ نگاہوں سے دیکھا' "جو چیز ہمیں چاہیے تھی وہ جمیل نے کتنی آسانی سے ہمیں دے دی' ہمیں زیادہ تردد تو نہیں کرنا پڑا نا۔"

"ہوش کر بے حیا۔" قاسم نے روتے ہوئے اسے بری طرح پکڑ کر جھنجوڑ دیا۔

"میں نے تو سنا تھا کہ طلاق وہ چیز ہے جو عورت کو اگر مانگنے پر بھی ملے تو وہ روتی ہے۔ تو کس قماش کی عورت ہے آخر۔۔۔ جو اپنی بربادی پر قہقہے لگا رہی ہے۔" ہمدانی بھی متاسف نگاہوں سے کبھی جمیل' تو کبھی چندا کو دیکھ رہا تھا۔ رفیق ہونق بنا کھڑا تھا۔

"بربادی' کیسی بربادی؟" اس نے اپنا آپ چھڑایا "برباد تو یہ ہوا ہے' میں نہیں' اس نے مجھے طلاق دے کر ترقی کی' کامیابی کی راہیں میرے لیے کھول دی ہیں۔ اس کے پاس رہ کر مجھے کیا ملنا تھا۔۔۔ اور اب بس بہت ہو گئی تمہاری ڈرامے بازی' نکلو یہاں سے۔۔۔" اس نے تحقیر سے قاسم کو پیچھے دھکیلا "اور تم۔۔۔" اس نے جمیل کی جانب اشارہ کیا اور چٹکی بجا کر اسے باہر کا راستہ دکھایا۔ اب قہقہہ لگانے کی باری جمیل کی تھی۔ چندا بڑے خطرناک تیور لیے اپنی دانست میں جمیل کی بے وقوفانہ ہنسی کو دیکھ رہی تھی۔

"شاید بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکی چندا بیگم!" جمیل نے ہنسی روک کر آنکھوں سے بہتا پانی صاف کرتے ہوئے کہا۔

"تو معاملہ یہ ہے کہ یہ گھر چھوڑ کر میں نہیں' تم جا رہی ہو۔۔۔ تم۔۔۔ میں تمہیں دس منٹ دیتا ہوں اپنے باپ کے گھر سے لایا ہوا سامان اگر اٹھانا چاہو تو تم اٹھا سکتی ہو اور ہاں۔۔۔ ایک چیز بھی" جمیل جتا کر بولا۔۔۔ "ایک چیز بھی تم میری دلوائی ہوئی اس گھر سے لے کر نہیں جا سکو گی۔ چلو جلدی کرو۔۔۔ تمہارے پاس وقت کی بہت قلت ہے۔" اس عرصے میں پہلی بار چندا کے چہرے پر زلزلے کے آثار پیدا ہوئے تھے۔ آصف

خونخوار نگاہوں سے چندا کو دیکھ رہا تھا۔ بات چندا کے پلے پڑی ہو یا نہیں اس کے ضرور پڑ گئی تھی۔

"شٹ اپ... کیا بکواس کر رہے ہو... یہ گھر میرے نام پر ہے۔" اس نے ہکلا کر یاد دلایا۔

"جملے کی تصحیح کر لو' یہ گھر تمہارے نام پر تھا' بھی' اب یہ میری ملکیت ہے اور میں تمہیں طلاق دے چکا ہوں۔" وہ حظ اٹھا رہا تھا۔

"کمینے۔" چندا بری طرح بپھر کر اس پر جھپٹی۔ جمیل نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پیچھے دھکیلا تو وہ لڑکھڑا کر بری طرح گری۔

"میں نے کہا نا... نکلو یہاں سے بے غیرت عورت..."

"یار... خاموش ہو جاؤ... آس پاس آواز جائے گی' تو کیا عزت رہ جائے گی تمہاری۔" ہمدانی نے سمجھانا چاہا۔

"میری اب بھی کیا عزت رہ گئی ہے معاشرے میں..." وہ دکھ سے ٹوٹتی آواز میں بولا۔

"میں نے انتہائی غربت کے دنوں میں بھی اپنی عزت اور وقار پر سمجھوتا نہیں کیا اور اب... اب جبکہ معاشرے میں میری کچھ عزت' کچھ مقام ہے تب اس عورت نے مجھے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا' مجھے نفرت ہے اس کے وجود سے' اسے کہو فوراً نکل جائے یہاں سے' نہیں تو میں کچھ کر بیٹھوں گا۔" وہ چندا کی جانب لپکا۔

"اب کھڑی کیا ہو... اٹھاؤ اپنا سامان اور جاؤ اس کے گھر' جس کی خاطر تم نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔" قاسم نے خون آشام نگاہوں سے اسے گھورا... اتنی دیر سے بے وقوفوں کی طرح خاموش کھڑے آصف نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"میری خاطر نہیں' اپنے خوابوں کے خاطر' میں تو صرف ذریعہ ہوں اس کے نزدیک اپنی منزل تک پہنچنے کا۔" چندا نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔ اس نے کندھے اچکا دیے۔ وہ بلا کا جاذب نظر اور ہینڈسم تھا اور سچ تو یہ ہے کہ جو بھی تھا چندا کو اس کا ساتھ پسند بھی تھا۔

"کس قدر ناپائیدار سہارا تلاش کیا ہے تم نے... لو دیکھ لو آزمائش کی اولین گھڑی میں ہی تمہیں اس نے تمہاری اوقات دکھا دی۔" جمیل نے ایک اور وار کیا۔

"چلو اب نکل بھی چکو..." وہ غرایا۔

"ہاں... میں تو چلوں..." آصف جلدی سے نکلنے لگا۔

"رکو..." قاسم نے ٹھنڈی برف جیسی آواز میں اسے پکارا "چندا تمہارے ساتھ جائے گی اور اگر تم نے انکار کیا تو میں تمہیں جان سے مارنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔" یعنی قاسم اسے اپنے ساتھ لے جانے پر راضی نہیں تھا۔ چندا کا سارا غرور' طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔ پھر یک بیک ہی اس کے ذہن نے پینترا بدلا اور وہ بری طرح چیخی۔

"ظالم شخص تو نے مجھے میرے معصوم بچوں سے جدا کر دیا۔ اللہ تجھ سے ضرور حساب لے گا۔" اب وہ بے بسی سے رو رہی تھی۔ بچوں کے تذکرے پر جمیل ملول سا ہو گیا' پھر بولا۔

"بچوں سے تمہیں کتنی محبت ہے میں اچھی طرح جانتا ہوں' مجھے ایموشنل بلیک میل کرنے کی بجائے تم اپنا سامان سمیٹو۔"

"نہیں... میں نہیں جاؤں گی یہاں سے..." وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"نکلو..." جمیل کا ضبط جواب دے گیا اور وہ ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے باہر نکالنے لگا۔ کمرے کے باہر کھڑی زمنت بی رو پڑیں... بے لگام خواہشیں انسان کو اسی طرح برباد کرتی ہیں۔ پتا نہیں سونو کو یکدم کیا ہوا' وہ زمنت بی کا آنچل چھوڑ کر چندا کے پیچھے بھاگا۔

"مما... مما... مت جائیں... آپ مت روئیں... پلیز بابا... پلیز انہیں مت نکالیں۔" اس کا پیر نہ جانے کس چیز سے رپٹا تھا۔ وہ منہ کے بل گرا۔ زمنت بی دوڑ کر اس کے نزدیک آئیں۔ مگر جمیل رکا نہیں۔ اس نے چندا کو باہر نکال کر دم لیا اور حق مہر کا چیک اور چند زیورات جو شاید اس کی ملکیت تھے ایک

ہتھیلی کی صورت اس کے منہ پر مارے۔ آصف کے چہرے پر "برے پھنسے" والے تاثرات تھے۔

"یاد رکھنا... میں تجھے چھوڑوں گی نہیں... جیسے تو نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا... میں بھی تجھے جیتے جی کہیں کا نہیں چھوڑوں گی... یہ میرا تجھ سے وعدہ ہے۔" اسے جیسے دورہ سا پڑ گیا تھا۔

آصف نے زیورات کی تھیلی اٹھائی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "اب چلو اس سے پہلے کہ تمہارا شوہر... میرا مطلب ہے کہ وہ کمینہ انسان پولیس بلوا لے۔"

"عرش سے فرش پر آجانے کے اور آگ کو کیا کہتے ہیں، چندا بس اسی اور آگ کے زیر اثر تھی۔ ذہن شل، سوچیں منتشر اور قدم... وہ اٹھ تو رہے تھے مگر منزل نامعلوم تھی، ہمیشہ کی طرح... اندر کمرے چاروں نفوس کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ ایک گھر ٹوٹا تھا۔ چار زندگیاں تباہ ہوئی تھیں۔ آگے زندگی کا نقشہ کیا ہونے والا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ آگ سے کھیلنے کا منطقی انجام ہو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

"آخر اسے ہوا کیا ہے؟" سعدیہ ازحد پریشانی سے پاس سے گزرتی ڈاکٹر سے پوچھنے لگیں۔ رات ساڑھے تین بجے سائر اسے اسپتال لے کر آیا تھا۔ میرب کی حالت بے حد خراب تھی۔ اسی نے سعدیہ اور ماریہ کو بلوانے کا کہا۔ اس نے بلوا لیا۔ اب وہ لوگ پچھلے آدھ گھنٹے سے ڈاکٹروں کی بھاگ دوڑ دیکھ رہے تھے۔

"دیکھیں بی بی..." ڈاکٹر اپنے مخصوص لہجے میں بولی۔ "نہ جانے آپ کے پیشنٹ نے کون سی دوائی استعمال کرلی ہے، اس کا ری ایکشن ہو رہا ہے اور کچھ نہیں، ارے اگر بے بی نہیں چاہیے تھا تو شروع میں ہی کچھ کرلیتیں، اب ان کا چھٹا مہینہ چل رہا ہے۔ ایسے میں دوائی نے کیا کرنا تھا سوائے ان کی طبیعت خراب کرنے کے۔"

"کیا مطلب؟" ماریہ نے اچنبھے سے ڈاکٹر کو دیکھا۔

"آپ میرڈ ہیں؟" ڈاکٹر نے ناپسندیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا، وہ جھینپ گئی پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"بس تو پھر مطلب آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتا، آپ کی سمجھ میں تو آگیا ہے نا۔" اس نے سعدیہ بیگم کی جانب دیکھا جو منہ کھولے بے یقینی سے ڈاکٹر کی بات سن رہی تھیں۔

"مگر... ایسے کیسے... میرا مطلب ہے کہ وہ ہرگز اتنی بڑی بے وقوفی نہیں کرسکتی۔"

"اب یہ سب ہمیں نہیں پتا، ہم انہیں ٹریٹ کر رہے ہیں، آپ دعا کریں۔" وہ کہہ کر چل دیں۔ سائر اس وقت کوریڈور میں تھا نہیں، اس لیے ڈاکٹر کی بات سن نہیں سکا۔

"امی! ڈاکٹر کیا کہہ رہی تھیں؟"

"وہ اس نے غلطی سے شاید کوئی دوا وغیرہ کھالی ہے، اس کا ری ایکشن ہوگیا ہے، اس کنڈیشن میں کوئی دوائی اپنی مرضی سے نہیں کھانی چاہیے۔" وہ بینچ پر بیٹھ گئیں۔ ان کا ذہن عجیب مخمصے کا شکار ہو گیا۔

"وہ ایسا تو نہیں کرسکتی۔" ماریہ انکاری ہوئی۔

"دعا کرو، اس کی طبیعت بنا کوئی نقصان ہوئے سنبھل جائے، پتا نہیں بچی کس نحوست کا شکار ہوگئی ہے۔" وہ بے حد غصے سے بولیں۔

"نحوست یا سازش؟" ماریہ کے ذہن میں جھماکے ہونے لگے۔

☆ ☆ ☆

ثمینہ کے توسط سے چندا کی طلاق کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے خاندان میں پھیل چکی تھی۔ ساتھ ہی یہ بات بھی کہ اس کے شوہر نے اسے اس کے "آشنا" کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔ بہنوں کے دلوں پر یہ خبر مانند برق گری تھی اور بی جان...

ان کے دل نے تو یہ اندوہناک خبر سن کر دھڑکنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ سب ان کی موت کا ذمے دار چندا کو ٹھہرا رہے تھے۔ سب نے اس کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ بہنوں کو بھی اس سے شدید نفرت ہو چلی تھی۔ کسی کے دل

میں۔۔۔ زندگی میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں بچی تھی، تو گھر میں اسے جگہ کیسے دی جا سکتی تھی۔

✵ ✵ ✵

میرب بری طرح رو رہی تھی۔ ماریہ اور سعدیہ بڑی فکرمند سی بیٹھی تھیں۔

"بیٹا۔۔۔ مجھے تم سے ایسی بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔ تم ماشاءاللہ پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ ایسے کیسے تم نے استقاط حمل دوا استعمال کرلی۔" سعدیہ ذرا ڈپٹتے ہوئے بولیں۔

"کیا۔۔۔!؟" وہ رونا دھونا بھول کر یک دم ان کی جانب تحیر سے دیکھنے لگی۔

"اسی کا ری ایکشن ہوا ہے، وہ تو شکر کرو کہ تمہارے بے بی کی جان بچ گئی، بڑی دقتوں سے ڈاکٹروں نے معاملہ سنبھالا۔"

"مگر میں نے ایسی کوئی دوائی استعمال نہیں کی، کیوں کروں گی، پاگل ہوں کیا؟" وہ غصے سے بولی۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا۔" ماریہ ٹھہرے لہجے میں بولی "کہ کسی نے تمہیں چالاکی سے وہ دوائی کھلا دی تھی۔ دیکھو نا تمہارے ساتھ ہونے والے پے در پے حادثے اتفاق تو نہیں ہوسکتے۔ یہ پوری کڑی ہے جو سازش کرنے والے تک جاتی ہے۔" وہ کہہ کر خاموش ہوگئی۔ میرب گہری سوچ سے چونکی۔ سعدیہ حیرانی سے اس کی بات سن رہی تھیں۔

"مگر کون کرسکتا ہے یہ گھناؤنی حرکتیں۔۔۔ ہمارے گھر میں تو زیادہ لوگ بھی نہیں۔" وہ خائف ہو کر بولی۔

"شاید اجیہ۔۔۔ کیونکہ تمہارے ساتھ یہ حادثات اس کے نکاح کے بعد ہونا شروع ہوئے ہیں، کیا پتا وہ سائر بھائی اور انکل کا غصہ تمہیں نقصان پہنچا کر نکال رہی ہو۔"

"نہیں۔۔۔ وہ ایسی نہیں ہے۔" میرب بے یقینی سے بولی۔

"کیا فضول باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو لڑکی۔" سعدیہ نے گھر کا۔

"میں فضول نہیں بول رہی ہوں امی۔۔۔ اب تو اس کی جان پر بن چکی ہے، خدارا آپ لوگ اب تو اس معاملے کو سنجیدگی سے لے لیں۔" وہ ملتجی ہوئی۔

"آنٹی۔۔۔! ٹھیک کہہ رہی ہے ماریہ۔۔۔ اتنے سارے حادثات محض اتفاق نہیں ہوسکتے۔" وہ بولی۔

"تو پھر کون ہوسکتا ہے اس سب کے پیچھے۔" وہ تشویش ناک لہجے میں بولیں۔

"اجیہ جذباتی احمق لڑکی ہے۔۔۔ وہی ہوگی۔" ماریہ وثوق سے بولی۔

"لالی۔۔۔ ہاں لالی۔۔۔ وہ گھر کے فرد کی طرح ہے، سب کے معمولات پر بھی عموماً نظر رکھتی ہے، پھر آپ نے اسے میرا خیال کرنے کی تاکید کی تھی وہ میرا خیال بھی رکھ رہی تھی۔ اس سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرو شاید اس نے گھر میں کوئی غیر معمولی بات نوٹ کی ہو۔" میرب نحیف آواز میں بولی۔

"ہاں۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔" ماریہ متفق ہوئی۔

"ایسا کرو۔۔۔ میری چند ضروری چیزیں بھی گھر سے لے آؤ، میں تو ظاہر ہے رات میں درد سے بے حال افراتفری میں یہاں آئی تھی اور جا کر لالی سے کچھ معلوم بھی کرنے کی کوشش کرو۔۔۔ ذرا پتا تو چلے کہ کون ہے جو میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی چھین لینے کے درپے ہے۔" وہ برہم ہو کر بولی۔

"ہاں۔۔۔ سائر کے ساتھ چلی جاؤ۔" سعدیہ بولیں۔

"وہ تو کبھی کے گھر جاچکے ہیں۔" اس نے طنزیہ کہا۔

"سائر گھر چلے گئے؟" میرب حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"ہاں۔۔۔" ماریہ سلگتے ہوئے بولی "ان کی شاید نیند ڈسٹرب ہوگئی ہوگی وہی پوری کرنے گئے ہوں گے۔"

سعدیہ کچھ نہیں بولیں، تاہم رنج و غصے کے ملے جلے تاثرات ان کے چہرے پر ابھرے تھے۔

✵ ✵ ✵

جمیل نے لاہور ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور اپنے

ملنے جلنے والوں کو بھی۔ وہ پچھلا ہر حوالہ اپنی زندگی سے کھرچ کر پھینک دینا چاہتا تھا۔ اچھی بات یہ ہوئی کہ اس کی بہنیں اور بھائی دور دراز شہروں میں بسے تھے۔ پھر اس کے کوئی خاص قریبی رشتے دار بھی لاہور میں نہیں تھے۔ سو انہیں چندا کے متعلق وہی پتا چلا جو جمیل نے بتایا اور جمیل نے بڑے آرام سے اس کے مرجانے کی خبر انہیں دی۔ سب نے جنازے پر نہ بلانے کا شکوہ کیا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہوتا تو دیتا۔ وہ اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے انہیں لے کراچی آبسا۔ یہیں کاروبار بھی منتقل کرلیا۔ زندگی کا پچھلا باب بند ہوچکا تھا۔ نیا شروع ہونے کو تھا۔

☼ ☼ ☼

"سلام بی بی جی۔۔۔ آپ اتنی صبح صبح۔۔۔ سب خیر تو ہے جی۔۔۔" لالی کرسیاں جھاڑ رہی تھی' جب لاؤنج میں داخل ہوتی ماریہ کو دیکھ کر چونکی۔

"بڑا سناٹا پھیلا ہوا ہے گھر میں' لگتا ہے سب بڑی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔" وہ طنزیہ بولی۔

"سائر صاحب تو آفس گئے ہیں۔ اجیہ بی بی کالج' بڑے صاحب اٹھ گئے تھے۔ اب اپنے کتابوں والے کمرے میں ہیں۔"

"چہ خوب!" وہ بھنا کر بولی۔ "یعنی میرب مرے یا جیے ان لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس کی آواز تیز ہوگئی۔

"کیسی باتیں کررہی ہیں آپ بی بی جی۔" لالی بے چاری گھبرا کر بولی۔ "وہ تو اپنے کمرے میں سو رہی ہیں' آپ چلی جائیں ان کے کمرے میں۔۔۔"

"وہ اپنے کمرے میں نہیں۔۔۔ اس وقت اسپتال میں درد سے بے حال پڑی ہے اور یہاں بے خبری کا یہ عالم ہے کہ کسی کو کچھ معلوم ہی نہیں۔"

"کیا بات کررہی ہیں آپ۔۔۔" وہ یک دم بولی "کیا ہوا انہیں؟"

"کسی نے اسے بے بی ضائع کرنے کی دوائی کھلادی ہے۔"

"ہوئی میرے اللہ۔۔۔" لالی دھک سے رہ گئی۔ "کس نے کمایا یہ ظلم۔"

"یہ تو تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے۔" وہ درشتی سے بولی۔

"بہرحال۔۔۔ میں اس کے کمرے میں اس کا ضروری سامان لینے جارہی ہوں۔" وہ کہہ کر اس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اس کا ضروری سامان سمیٹا اور بیگ لیے واپس نیچے اتری۔ تو پریشان صورت لیے وقار کو اپنا منتظر پایا۔

"کیا ہوا بیٹا۔۔۔ یہ لالی بتا رہی ہے کہ میرب اسپتال میں ہے۔"

"جی۔۔۔ رات میں اس کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ سائر بھائی اسے اسپتال چھوڑ کر واپس گھر آگئے تھے۔ حیرت ہے۔ انہوں نے آپ کو نہیں بتایا۔" وہ شرمندہ کرنے والے لہجے میں بولی۔ وہ ازحد شرمندہ ہو بھی گئے۔

"بس بیٹا۔۔۔ شاید میری پریشانی کی وجہ سے نہیں بتایا ہوگا۔"

"مگر اسے ہوا کیا ہے؟" اب وہ انہیں کیا بتاتی۔ بس اسی قدر بولی۔

"کوئی دوائی کھلادی ہے کسی نے اس کو۔۔۔ اس لیے اس کی طبیعت بگڑ گئی۔"

"کسی نے دوائی کھلادی۔۔۔ کس نے؟" وہ استعجابیہ لہجے میں بولے۔

"وہ سب مجھے نہیں معلوم۔۔۔ امی آپ کو فون کریں گی۔ باقی باتیں ان سے معلوم کرلیجیے گا۔ مجھے ذرا جلدی ہے۔" وہ اجنبیت سے کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

"یہ ہو کیا رہا ہے میرے گھر میں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر اپنا ماتھا سہلانے لگے۔ ساری بات سنتی لالی کے ذہن میں کچھ کلبلایا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آپ خود سوچیے بھائی صاحب۔۔۔ کیا آپ ان

مسلسل حادثوں کو اتفاق سمجھ سکتے ہیں۔" وقار' ماریہ کے نکلنے کے کچھ دیر بعد خود بھی میرب کو دیکھنے چلے آئے تھے۔ اب حال احوال کے بعد سعدیہ بیگم نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔ وقار سوچ میں پڑ گئے۔ میرب دھیرے دھیرے سسک رہی تھی۔ ماریہ ہاتھ باندھے غصے میں کھڑی تھی۔

"اگر میں آپ کی بات تسلیم کر بھی لوں۔ تو ایسا کون ہے جو اس ننھی جان کو دنیا میں آنے سے قبل ہی ختم کرنا چاہے گا۔ میں کس پر شک کروں۔" وہ الٹا ان ہی سے پوچھنے لگے تو ماریہ جھٹ سے بولی۔

"ظاہر ہے گھر والوں کے علاوہ آپ شک کر بھی کس پہ سکتے ہیں۔" اس کی بات پر وقار نے ناگواری محسوس کی۔

"بیٹی! گھر والوں کو اس سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے' بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہیے۔"

"بھائی صاحب۔ بات غور کرنے کی ہے کہ کوئی اس کے پیچھے اگر پڑا ہوا ہے تو دشمنی ہی میں پڑا ہوا ہے نا اور ایسی دشمنی کون کر سکتا ہے۔"

"ارے بھئی... میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ گھر میں کون کر رہا ہے اس سے دشمنی' کسی کو کیا غرض پڑی ہے۔" وہ چڑ گئے۔

"غرض کا تو پتا نہیں' ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنی ناکام آرزوؤں کا بدلہ نکال رہا ہو۔" ماریہ بولی۔ وقار چونک کر پوچھنے لگے۔

"کون... کون نکال رہا ہے بدلہ' کسے کہہ رہی ہو؟"

"ہم کسی کو نہیں کہہ رہے۔" سعدیہ جلدی سے بولیں اور ماریہ کو آنکھیں دکھائیں' وہ ہونہہ کہہ کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔ "یہ تو آپ معلوم کریں ہم تو بس یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان واقعات کے عقب میں کوئی نہ کوئی وجہ ضرور موجود ہے۔ اب دیکھیں نا کسی نے تو اسے دوا دی ہی ہے نا۔" بات معقول تھی' وقار سوچ میں ڈوب گئے۔

"تمہاری جب طبیعت خراب ہوئی... اس سے پہلے تم نے کچھ کھایا پیا تھا۔" ماریہ تفتیشی انداز میں پوچھنے لگی۔ میرب نے ذہن پر زور ڈالا۔

"ہاں..." اسے یاد آیا "دودھ پیا تھا رات کو سوتے وقت..." وہ کہہ کر ٹکر ٹکر سب کی صورت دیکھنے لگی۔ "مگر وہ تو سائر روز دیتے ہیں۔"

"سائر بھائی...!" ماریہ بری طرح چونکی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے بیٹی..." وقار بے حد کرختی سے مگر اپنے لہجے کو دھیما کر کے بولے۔

"خدانخواستہ یہاں عدالت نہیں لگی ہوئی' جو تم یوں جرح پر جرح کر کے بار بار میرے بچوں کو کٹہرے میں کھڑا کر رہی ہو۔ آخر حد ہوتی ہے کسی بات کی۔"

"دیکھیں بھائی صاحب... حد تو اب واقعی ہو ہی گئی ہے۔ آج میرب مرتے مرتے بچی ہے۔ اللہ نہ کرے آج اگر یہ جان سے چلی جاتی تب پھر باقی کیا رہ جاتا۔ اگر یہ کسی مشکل میں گرفتار ہو گئی ہے تو اسے آزاد کروانا ہمارا ہی فرض بنتا ہے کہ نہیں... پہلی بار یہ ایکسیلنٹ سے بال بال بچی' چلو اسے اتفاق سمجھ بھی لیا جائے تو پھر وہ باتھ روم میں پھسلنے والا واقعہ... جس کی زد میں آپ کی کام والی بے چاری مفت میں آ گئی... اس کے بعد اس کا سیڑھیوں سے پھسل جانا' کیا آپ کو نہیں لگتا ہے کہ کوئی قریبی ہی یہ سب کام کر سکتا ہے۔"

"مگر وہ سیڑھیوں سے اتفاقاً ہی تو پھسلی تھی۔" وقار کمزور اور روتے لہجے میں بولے۔

"اتفاق... نہیں بھائی صاحب..." اس کے سلیپرز کے تلوؤں کو باقاعدہ گریسی کیا گیا تھا۔ یہ بات ہمیں لالی نے بتائی تھی کہ باجی کی چپل چکنی ہو رہی تھی۔ اس نے بعد میں دھوئی تھی شاید..." سعدیہ بولیں۔

"دیکھیے ہم کسی پر شک نہیں کر رہے مگر ہمیں بچی کی سیفٹی بھی تو کرنی ہے نا' ایسے کیسے چلے گا۔" سعدیہ کا لہجہ ترش تھا۔

میرب اب آنکھوں پر بازو رکھے سسک رہی تھی۔ ماریہ غالباً اب بھی واقعات کے تانے بانے جوڑنے میں مصروف تھی اور وقار... وقار سر جھکائے مجرم سے بنے بیٹھے تھے۔ آخر کیا تھا یہ سب... ان کی کچھ

سے قطعی باہر تھا۔

✡ ✡ ✡

آصف نے چندا سے نکاح نہیں کیا۔ اس نے چندا کو تب تک اپنے ساتھ رکھا جب تک اس کے پاس حق مہر کی رقم اور زیور موجود رہے۔ وہ دونوں ہی کام کاج سے فارغ تھے۔ لہٰذا قارون کا خزانہ جلد ہی ختم ہو گیا اور نوبت پہلے تو ایک دوسرے کو کوسنے پھر برا بھلا کہنے اور آخر میں علیحدگی تک آ گئی۔ چندا حقیقی معنوں میں روڈ پر آ گئی تھی۔ خود غرض تھی اس لیے بے غیرت بھی۔

سو وہ بڑی بے غیرتی سے اپنی دانست میں اپنے "باپ" کے گھر گئی۔۔۔ وہاں وہی ہوا جو اس کے ساتھ ہو سکتا تھا۔ یعنی قاسم نے اسے گھر میں گھسنے بھی نہ دیا۔ اس روز اتفاق سے مانو بھی وہاں آئی ہوئی تھی۔ اسے چندا کی دگرگوں حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ اس نے ازراہ ہمدردی سے اپنے کراچی والے گھر کا ایڈریس تھما دیا کہ کبھی ضرورت پڑے تو وہ وہاں آ سکتی ہے۔ چندا نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے ان سب کو لعن طعن، گالیاں، کوسنے دیے اور وہاں سے سیدھی ستارہ کے گھر چلی آئی۔

"ہوں۔۔۔ تو کرتے ہیں پھر کچھ۔۔۔ سب سے پہلے تو تمہارا کام کرنا ضروری ہے۔ یقیناً تم کرو گی ہی۔۔۔ میں بات کرتی ہوں کسی سے۔۔۔ لیکن پہلے ہی بتا دوں ضروری نہیں کہ تمہیں کوئی بہت اچھا رول یا کام ہی ملے۔۔۔ جو بھی ملے گا شکر کر کے کر لینا۔" اس نے صاف لفظوں میں جتایا اور چندا کے پاس پہلے کی طرح نہ آپشنز تھے، نہ نخرے دکھانے کی اجازت۔۔۔ سو وہ خاموش ہی رہی۔

✡ ✡ ✡
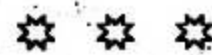
گھر واپسی پر وقار کے دل و دماغ پہ جامد چپ اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ سوچنا چاہتے تھے مگر عجیب بات تھی کہ سوچ نہیں پا رہے تھے۔ کافی دیر سے ایک ہی انداز میں اپنی مخصوص راکنگ چیئر پر اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے رکھی چائے کبھی کی ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔ تب ہی لالی دستک دے کر جھجکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"صاحب جی۔۔۔" اس نے انہیں پکارا تو ان کی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا۔ انہوں نے بے تاثر سنجیدہ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ۔۔۔ جی میں نے سنا ہے کہ بی بی جی کی طبیعت کوئی دوائی کھا لینے سے بگڑ گئی ہے۔" وقار ہنوز اس کی جانب سابقہ انداز سے دیکھتے رہے۔

"وہ۔۔۔" وہ کچھ دیر کشمکش و پیچ میں مبتلا رہی، پھر اس نے جیسے کوئی فیصلہ کر کے اپنا سیدھا ہاتھ آگے کیا۔

"یہ مجھے کل رات سلیب پر خالی رکھی ہوئی ملی تھی جی۔۔۔ میں نے اپنی دوائی رکھنے کے واسطے اسے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا اس پر کیا لکھا ہے، مجھے پڑھنا نہیں آتا آپ دیکھیں۔۔۔ کہیں یہی دوائی تو بی بی کو نہیں دی گئی۔"

وہ ڈرتے، جھجکتے کہہ ہی گئی۔ وقار نے جھٹ اس کے ہاتھ سے شیشی چھین کر دیکھی اور اس لمحے انہوں نے سوچا کاش۔۔۔ انہیں بھی پڑھنا نہ آتا ہو۔ انہوں نے اپنے لرزتے ہاتھوں پر قابو پا کر پوچھا۔

"کہاں سے اٹھائی یہ۔۔۔"

"کل رات سلیب پر رکھی ہوئی تھی وہیں سے۔۔۔" وہ خائف ہو کر بولی۔

"کس نے رکھی تھی وہاں۔۔۔ تمہارا تو زیادہ تر وقت وہیں گزرتا ہے، کیا تم نے دیکھا تھا کسی کو؟" وہ یوں بول رہے تھے جیسے بولنا نہ چاہتے ہوں۔

"وہ جی۔۔۔ باورچی خانے سے نکلتے تو میں نے ساحر صاحب کو دیکھا تھا، وہ بی بی کے لیے دودھ لے جا رہے تھے۔" اس کی آواز میں بارود تھا جو وقار کے وجود کے پرخچے اڑا گیا۔

"وہ صاحب آپ کو یہ شیشی اس لیے دی کہ آپ پتا لگا سکیں کہ کہیں یہی تو وہ زہر نہیں جو بی بی کو دیا گیا ہے۔ بی بی بہت اچھی ہیں، نہ جانے کون ان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

تو وقار نے سرد آواز میں کہا۔ "اب جاؤ۔ اور ہاں آج مجھے بالکل ڈسٹرب مت کرنا۔" وہ سر ہلا کر باہر چل دی۔

"یہ… یہ ساڑ کا کون سا روپ ہے۔ میرا بیٹا اتنا حساس' اتنا نرم دل اور یہ سب؟" وہ تھرا اٹھے۔

"مگر نہیں… مجھے اس پر الزام لگانے سے قبل ایک بار اس سے پوچھ ضرور لینا چاہیے' ہو سکتا ہے کہ کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہو رہی ہو۔ ہاں ہو سکتا ہے' کیوں نہیں ہو سکتا۔" وہ بیک وقت یقین اور بے یقینی کے درمیان جھول رہے تھے۔

✡ ✡ ✡

"میگزین مارکیٹ میں آگیا ہے امی… خدا کی قسم تیری کیا حسین تصویریں آئی ہیں… تو دیکھے گی تو تجھے خود یقین نہیں آئے گا۔" گل خوشی سے کپکپاتی آواز میں بولی۔

"امی… مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔

"پاگل…" وہ جیسے اس کی معصومیت پر ہنس دی۔

"اب کیوں ڈر رہی ہے تو' اب جا کر تو وہ وقت آیا ہے جب تیرے سارے ڈر اور خوف سب ختم ہو جانے ہیں… میں ہوں نا تیرے ساتھ' تو کیوں گھبرا رہی ہے۔" وہ اسے حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔

"پھر بھی امی… جب سب کو پتا چلے گا تو نہ جانے یہ لوگ کیا ری ایکٹ کریں۔"

"تو ہم نے یہ سب ان سے بدلہ لینے ہی کی خاطر تو کیا ہے۔ یہ لوگ بڑے عزت دار بنتے ہیں' اپنی نام نہاد عزت کی خاطر انہوں نے تیرا دل' تیری زندگی برباد کر دی… اب تو کیوں ان کی اتنی فکر کر رہی ہے۔ اب تو تو نے میرے پاس ہی آجانا ہے۔"

"کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں۔" وہ یک دم نڈر ہو کر بولی' انہوں نے میری زندگی کی اولین خوشی کچل کر رکھ دی' میرے دل کو بسنے سے پہلے اجاڑ دیا۔ آپ صحیح کہہ رہی ہیں' مجھے ان کے رد عمل کی اتنی پروا نہیں کرنی چاہیے اور پروا ہو بھی کیوں' ان لوگوں نے میری پروا بھلا کب کی ہے جو مجھے ان کی ہو؟ اب وہ غصے میں آگئی۔

"بس تو… تو تیار رہ' بہت جلد تو میرے پاس آنے والی ہے ہمیشہ کے لیے۔" گل کی آنکھوں میں فتح تھی۔ سرشاری تھی اور لہجے میں کھنک…

✡ ✡ ✡

میرب ڈیڑھ دن اسپتال میں رہ کر ماریہ کے گھر آچکی تھی۔ اس پورے عرصے میں ساڑ نے ایک بار بھی فون کر کے اس کی خیر' خیریت دریافت کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی اور یہی چیز اسے بری طرح چبھ رہی تھی اور ماریہ کے شکوک کو یقین میں بدل رہی تھی۔

"اگر اس سب کے پیچھے واقعی ساڑ بھائی ہوئے تو…" ماریہ کہتے ہوئے فکر مندی اور اضطراب سے نڈھال سی لیٹی میرب کو دیکھنے لگی۔

"ساڑ… نہیں… نہیں' وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں' دنیا کا کون سا باپ اتنا سنگ دل اور ظالم ہو سکتا ہے جو اپنی اولاد کی جان کے درپے ہو۔" میرب کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

آخر کیا بنے گا اس کی بے یقین زندگی کا۔ ماریہ کو یہ تشویش کھائے جا رہی تھی۔ وہ میرب کے بستر کے نزدیک خاموش بیٹھی سوچ رہی تھی اور میرب بیڈ پر آنکھیں موندے۔

✡ ✡ ✡

پھر چندا کو واقعی جو بھی' جیسا بھی کام ملا وہ کرنے لگی… کیوں نہ کرتی کہ ستارہ نے بھی بے لاگ و لپٹ کہہ دیا تھا کہ "کام کرو گی تو یہاں شیئرنگ کی بنیاد پر رہ سکو گی' و گرنہ تو اپنا راستہ ناپو۔" لہٰذا چندا فلموں میں بطور ایکسٹرا کام کرنے لگی۔ کبھی وہ برہنہ بازو لیے کسی ڈانس کلب میں مٹک مٹک کر ہیرو کو رجھاتی دکھائی دیتی' تو کبھی ہیروئن کی ڈھیروں سہیلیوں کی جھرمٹ

میں ہیروئن کی سالگرہ پر تالیاں بجاتی... تو کبھی کسی باغ میں ایکسٹرا ڈانسرز کے ساتھ تھرکتی ہوئی' نہ جانے کیا بات تھی کہ اب اس کا ساحر حسن کام نہیں آرہا تھا۔ ہر چند کہ وہ اب ہر پابندی سے آزاد تھی مگر نہ جانے کیا چیز تھی جو اب اس کے آڑے آرہی تھی... وہ بظاہر خاموش ہو چکی تھی مگر اس کے سلگتے دل میں کتنے طوفان پنہاں تھے' یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ راتوں کو جب کھری چارپائی پر لیٹتی تو بلا ارادہ ہی اسے اپنا شاہانہ کمرہ اس کا نرم گرم بیڈ اور کمرے کا ٹھنڈا ٹھنڈا ماحول یاد آنے لگتا تو وہ جھلا کر اٹھ بیٹھتی۔ بعض اوقات تو سگریٹ پھونکتے پھونکتے پوری رات بتا دیتی۔ ستارہ کی جب کبھی آنکھ کھلتی وہ اسے "سو جاؤ چندا" کہہ کر کروٹ بدل لیتی۔ اس کی نیندیں حرام اور زندگی تلخ ہو چکی تھی اور یہ سب کیا دھرا کس کا تھا۔ بچھو کے ڈنک مارنے سے شاید اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی' جتنی بلبلاہٹ اس خیال سے چندا کو ہوتی تھی کہ کس صفائی سے' کتنی مہارت سے وہ مرد... جو اس پر جان چھڑکتا تھا جو اس کا دیوانہ تھا' اسے بے وقوف بنا گیا تھا۔ کہانی الٹی ہو گئی تھی۔ اسے جنت سے بے دخل کر دیا گیا تھا۔

"تم نے مجھے برباد کر دیا جمیل... کہیں کا نہیں چھوڑا... یہ میرا خود سے وعدہ ہے کہ میں عنقریب تمہیں ایسا مزا چکھاؤں گی... ایسا سبق دوں گی کہ تم زندگی بھر یاد رکھو گے۔" وہ رات کے پچھلے پہر بری طرح سے سگریٹ پھونکتی ہوئی ہذیانی انداز میں سوچ رہی تھی۔

✡ ✡ ✡

"لالی! بابا کو بلاؤ' کہاں ہیں وہ' کیا کھانا نہیں کھائیں گے؟" سائر آفس سے آکر ہاتھ منہ دھو کر اب کھانا کھانے آیا تھا مگر وہ کھانے کی میز پر اکیلا تھا۔ اجیہ تو خیر اپنے کمرے ہی میں کھاتی تھی مگر وقار تو بہرحال اس کے ساتھ ہی موجود ہوا کرتے تھے۔ اسی لیے اس نے ڈونگوں کے ڈھکن ہٹا کر سالن وغیرہ دیکھتے ہوئے لالی سے دریافت کیا۔

"صاحب صبح سے کتابوں والے کمرے میں بند ہیں' انہوں نے منع کیا ہے۔ جی کہ انہیں کوئی پریشان نہ کرے۔" لالی دکھی لہجے میں بولی۔

"خیریت..." اس نے سالن پلیٹ میں ڈالتا ہاتھ روک کر پوچھا۔

"وہ جی... آپ کو تو پتا ہی ہے نا کہ میرب بی بی کتنی بیمار ہو گئی ہیں جی۔" لالی بڑی حیران کن پریشانی سے سائر کا نارمل انداز دیکھ رہی تھی۔

"اوہ... اپنا چمچہ واپس ڈونگے میں رکھ دیا' کسی کا فون آیا تھا؟" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"نہیں... ماریہ بی بی آئی تھیں' یہاں میرب بی بی کا سامان لینے' تب صاحب کو پتا چلا۔"

"کیا بتایا اس نے؟" وہ محتاط لہجے میں نگاہیں چرا کر پوچھنے لگا۔

"بی بی کو کسی نے غلط دوائی کھلا دی ہے۔ جی... اس سے ان کی طبیعت بگڑ گئی۔ کہہ رہی تھیں ان کی جان کو خطرہ ہو گیا ہے۔" سائر یک دم مضطربانہ اٹھ کھڑا ہوا اور تیزی سے لائبریری کی جانب بڑھا۔

"صاحب جی کھانا تو کھائیں۔" لالی نے پکارا۔

"رکھ دو... بھوک نہیں ہے۔" وہ بنا دستک دیے اندر داخل ہوا۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس نے "بابا"۔ بابا پکارتے گھبرا کر لائٹ جلائی۔ سامنے ہی وقار کرسی پر بے حس و حرکت سر تھامے بیٹھے تھے۔

"بابا۔ بابا۔ کیا ہوا آپ کو...؟" وہ دیوانہ وار ان کی جانب بڑھا۔ انہوں نے لال سرخ سوجی ہوئی آنکھیں اٹھا کر اجنبیت سے اسے دیکھا۔

"کون ہو تم؟" ان کے منہ سے سرسراتی آواز نکلی تھی۔

"بابا۔ میں آپ کا بیٹا۔ آپ کا سائر۔" وہ تڑپ کر ان کے گھٹنوں کے پاس آبیٹھا۔ اور ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھنا چاہا۔

"ہٹو میرے پاس سے۔" انہوں نے اس بری طرح اس کا ہاتھ جھٹکا کہ وہ ششدر رہ گیا۔ "اور خبردار جو تم

نے اب مجھے بابا پکارا تو۔"
"بابا۔ پلیز۔" وہ بے چینی سے ان کا ہاتھ تھام کر بولا۔
"کیا ہوا ہے مجھے بتائیں تو سہی۔" انہوں نے ایک مرتبہ پھر اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔
"کیا بتاؤں میں۔ بتاؤ گے تو تم سائر۔ تم بتاؤ گے اور بالکل سچ اس کے علاوہ مجھے کچھ اور نہیں سننا۔" وہ متنبہ کرتے ہوئے بولے۔
"بابا۔ میں آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ آپ جانتے ہیں۔" وہ بے قراری سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"تو پھر بتاؤ کہ میرب کو پلز تم ہی نے دی تھیں یا نہیں۔" وہ اتنے سخت انداز میں بولے کہ ان کے سوال پر سائر پتھرا گیا۔ اور دونوں کی حالت اس وقت ایسی ہی تھی جیسی کہ سلطان صلاح الدین کی قسمیں گل کر دینے کا حکم دیتے وقت ہوگی۔
"جواب دو سائر۔" وہ یوں بولے گویا بہت دور سے آواز دے رہے ہوں۔
"ہاں۔" بے ساختہ سائر کے منہ سے نکلا تھا۔
"تم۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تم نے اپنی اولاد کی جان لینے کی کوشش کی۔ تم تم۔" آگے الفاظ ختم ہو گئے تو آنسوؤں نے ان کی جگہ لے لی۔
"کیا میں نے تمہاری ایسی تربیت کی تھی؟ بولو جواب دو آخر تم نے کیوں کیا ایسا؟" ان کی آنکھوں سے درد بہہ رہا تھا۔
"کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ایک اور سائر اس دنیا میں آئے۔" وہ ہذیانی انداز میں حلق کے بل چیخا۔
"ہاں میں نہیں چاہتا کہ ایک اور زندگی برباد ہو۔ گالیاں، جھڑکیاں، دھکے، کوسنے اس کا مقدر بنیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک اور عورت اپنی خواہشوں تلے اس معصوم کی معصومیت اور بچپن کچل دے۔ اس لیے میں اسے ختم کر دینا چاہتا ہوں تاکہ جو اذیت میری روح پر آج تک رقم ہے وہ اس کا حصہ دار نہ بنے۔ میں اس کا بھلا چاہتا ہوں، میں اس کا خیر خواہ ہوں۔ ہاں میں اسے مار دوں گا۔ میں کسی اور سائر کو دنیا سے چھپتا نہیں دیکھ سکتا۔ میں اسے اپنے ماضی کے ڈر سے بھاگتا نہیں دیکھ سکتا، میں اس کے لیے لوگوں کی آنکھوں میں حقارت نہیں دیکھ سکتا، مجھے اس کی آنکھوں میں ممتا کی پیاس دکھائی دے رہی ہے ابھی سے۔ میں جانتا ہوں پیاس ہمیشہ تشنہ ہی رہتی ہے اور میں اسے تشنہ دیکھنے کی خود میں ہمت نہیں پاتا۔ مجھے یہ سب اذیتیں جھیلنے سے آسان اسے ختم کر دینا لگتا ہے، اس لیے میں اسے ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ ختم کر دینا چاہتا ہوں۔" چیخ چیخ کر اس کا گلا چھل گیا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے پیاس بہہ رہی تھی تشنگی بہہ رہی تھی۔
وقار حق دق سے بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کے پاس سارے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔
"آپ کو اگر پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں تو بتائیے۔ بتائیے کہ میں کہاں غلطی پر ہوں۔" وہ بول رہا تھا گویا ان سے کہلوانا چاہتا ہوں کہ "نہیں تم غلطی پر نہیں ہو۔"
"جاؤ یہاں سے۔" کچھ دیر بعد وقار بھنچی ہوئی آواز میں دھاڑے۔ "چلے جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔" سائر نے ان کا رد عمل دیکھا اور بنا کچھ کہے پلٹ کر باہر نکل گیا۔ اور انہیں حساب سود و زیاں کرنے کے لیے چھوڑ گیا۔

☆ ☆ ☆

میرب کے دماغ میں پچھلے تمام واقعات فلم کی مانند چل رہے تھے۔ وہ کڑی سے کڑی ملا رہی تھی۔ جب بھی سائر غیر معمولی طور پر اس کی جانب ملتفت ہوا اسے کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آیا تھا اور پھر یہ بات تو سامنے کی تھی کہ طبیعت خراب ہونے سے قبل آخری بار اس نے دودھ ہی پیا تھا۔ کڑیاں جڑ چکی تھیں مگر دل۔ دل ماننے سے انکاری تھا، مگر کوئی حس تھی جو سائر کے مجرم ہونے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ وہ بری طرح رو رہی تھی جب اس کے لیے جوس لاتی ماریہ بوکھلا گئی۔
"کیا ہوا۔" وہ جلدی سے اس کے قریب آئی۔
"ماریہ۔ ماریہ۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی "سائر

ایسا کیسے کر سکتے ہیں وہ اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہیں۔"

"میری جان۔ انسان بڑی عجیب شے ہے ایک الجھی ہوئی ایسی گتھی جس کا سرا نا معلوم ہے۔ پھر سائر بھائی کا رویہ شروع ہی سے تمہارے سامنے ہے، تمہیں بارہا کہہ چکی تھی کہ ان کا ماضی جاننے کی کوشش کرو۔ انہیں کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھاؤ۔ مگر تم نے سنا ہی نہیں۔" وہ اس کے قریب بیٹھ کر اس کا ہاتھ سہلانے لگی۔

"یہ سب اتنا آسان نہیں تھا ماریہ۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ تم ضرورت سے زیادہ ڈرپوک واقع ہوئی ہو۔ تم اگر ذرا سی ہمت سے کام لیتیں تو تمہارا کام یقیناً بن جاتا۔" اس نے گھر کا۔

"مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے ماریہ۔ تم نے انہیں غصے میں نہیں دیکھا، وہ بالکل حیوان بن جاتے ہیں۔" وہ بتانے لگی۔

"خیر۔" ماریہ منہ بنا کر بولی۔ "وہ تو ہمیشہ رہتے ہی غصے میں ہیں اور حیوان بن جانے کی تم نے خوب کہی کیا تمہیں جان سے مار دیتے۔"

"جان سے مار دیتے تو شاید ایک بار ہی ساری اذیت ختم ہو جاتی۔ تم نہیں جانتیں ماریہ، مرد کا ہاتھ اٹھانا ایک عورت کو کیسے اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل کر دیتا ہے۔ عورت آئینہ نہیں دیکھ پاتی۔ خود سے آنکھ نہیں ملا پاتی۔ اپنے آپ کو اپنی نظروں میں گرا دیکھنا کتنا اذیت ناک ہوتا ہے تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔" وہ رنج سے بولی۔

"سائر بھائی تم پر ہاتھ اٹھاتے تھے؟" ماریہ ہکا بکا رہ گئی۔ میرب کے آنسو بہنے لگے۔

"نہایت ہی جاہل اور نفسیاتی انسان ہے وہ، تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔ دماغ درست کر دیا ہوتا اب تک میں نے اس کا۔" وہ بھڑک گئی۔

"پلیز ماریہ ایسے مت ری ایکٹ کرو۔"

"بی بی۔ تم انیس سو ساٹھ میں نہیں جی رہی ہو، کچھ ہوش کے ناخن لو، یہ کیا بات ہوئی کہ تم اس کی خدمت بھی کرو، اس سے محبت بھی کرو، اس کی نسل کی آبیاری بھی کرو اور وہ جو لایا "تم سے اتنی جہالت کا مظاہرہ کرے، تم تب بھی خاموشی سے چپ چاپ اس کا ظلم برداشت کرتی رہیں، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" وہ سخت برانگیختہ ہوئی۔

"بس ایک بار ہی انہوں نے ہاتھ اٹھایا تھا اس کے بعد نہیں۔"

"چہ خوب۔ بات ایک بار یا دو بار کی نہیں اس نے ہاتھ اٹھایا ہی کیوں؟ اور مجھے تو تم پر حیرت ہے اب بھی بیٹھی اس کی سائڈ لے رہی ہو، بجائے اس کا دماغ درست کرنے کے اور اب۔ ان کی اس خطرناک اور مجرمانہ حرکت کو کیا کہہ کر ڈیفینڈ کرو گی؟ مجھے تو پکا یقین ہو گیا ہے کہ ہو نا ہو تمہیں پلو دینے میں ان ہی کا ہاتھ ہے۔" وہ تیز تیز بولی۔ "ویسے کیا تم اب بھی اپنے لیے کوئی فیصلہ نہیں کرو گی؟"

"نہیں ماریہ۔" میرب اپنے آنسو پونچھ کر ٹھوس لہجے میں بولی "ایک عورت خود پر ہونے والا ہر جبر، ظلم، زیادتی سب کچھ برداشت کر سکتی ہے۔ مگر ایک ماں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا "وہ کسی صورت اپنے بچے پر آنچ نہیں آنے دے سکتی۔ میں نے بحیثیت بیوی کے سائر کے ہر غلط رویے کو مشکل سے ہی سہی مگر برداشت کیا مگر اب نہیں، میری برداشت کی حد یہاں آکر تمام ہو گئی ہے ماریہ۔ میں اس گھناؤنے جرم پر انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ پھر سے رو پڑی۔

"مگر میں تو یہ سوچ سوچ کر حیران ہوں کہ ایک باپ ایسا کس طرح کر سکتا ہے۔ آخر ان کے دماغ میں ہے کیا؟ مائی گاڈ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ ایک بظاہر پڑھا لکھا، خوبرو نوجوان اتنی بیمار ذہنیت کا حامل بھی ہو سکتا ہے۔ کچھ تو۔ کوئی تو وجہ ہو گی ان کے اس عمل کے پیچھے۔ میں نے تم سے کتنا کہا تھا تم انہیں کھوجنے کی کوشش کرو۔ مگر تم نے میری باتوں پر دھیان ہی نہیں دیا۔" ماریہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

"میں نے کوشش کی تھی۔ مگر وہ بہت گہرے انسان ہیں ان کی ذات میں اترنا بہت مشکل ہے۔"

"انسان اگر ٹھان لے تو کچھ بھی مشکل نہیں پھر یہ تو تمہاری زندگی کا سوال تھا خیر۔ میں تو کہتی ہوں انکل اور عاشر کو صاف صاف ساری بات بتا کر اپنے لیے کوئی فیصلہ کرلو۔ ویسے بھی اب باقی ہی کیا بچا ہے؟"

"نہیں ماریہ۔ میں ایک آخری کوشش اپنا گھر بچانے کی ضرور کروں گی۔ گھر بنانا آسان نہیں ہوتا اس کے لیے دنیا کے پل صراط سے گزرنا پڑتا ہے۔ ورنہ گھر توڑنا تو بہت آسان ہوتا ہے۔" میرب گہری سنجیدگی سے بولی۔ تو ماریہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا چیز ہو تم میرب! تمہاری جگہ اگر میں ہوتی۔"

"تم میری جگہ ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔" میرب نے اس کی بات قطع کی۔

"قدرت انسان کو ہمیشہ اس کے صحیح مقام پر ہی پہنچاتی ہے۔ اگر میرے لیے اس گھر کا اس شخص کا انتخاب کیا گیا ہے تو یقیناً اس میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور پوشیدہ ہوگی۔ اور بات اگر ایک زندگی کو بچانے کی سدھارنے کی ہو تو یہ تو دنیا کا افضل ترین کام ہے اور اس کام کے لیے اس نے مجھے چنا ہے' میں نہیں جانتی میں اہل ہوں یا نہیں مگر میں کوشش ضرور کروں گی کہ اب تو یہ ایک نہیں دو زندگیوں کا سوال ہے۔" وہ اتنے ٹھہرے اور پر تاثیر لہجے میں بولی کہ ماریہ اس کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

اور اس کے بعد کہنے کے لیے رہ ہی کیا جاتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ بے چین' مضطرب اس نے جو کیا تھا اس کے پاس اس کی توجیہہ تھی۔ مگر وہ بے قرار کیوں تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا۔ وہ یوں ہی ملگجے حلیے میں بنا ناشتہ کیے میرب سے ملنے کیوں چلا آیا تھا۔

"میرب کہاں ہیں بلاؤ اسے۔" سامنے سے سعد آرہا تھا اسے دیکھ کر وہ رعونت سے بولا۔ سعد ہمیشہ اس کا لہجہ نظر انداز کرتا آیا تھا مگر آج نجانے کیوں بھڑک گیا۔

"تمیز سے بات کیجئے مسٹر سائر فاروقی۔ یہ آپ کا محل نہیں میرا غریب خانہ ہے اور یہاں گفتگو کرنے کے کچھ آداب بھی ہیں۔"

"تو تم مجھے تمیز سکھاؤ گے؟" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اس کے نزدیک آکر غرایا۔

"نہیں۔" سعد طنزیہ بولا "آپ کی عمر کچھ سیکھنے سکھانے کی حدود سے تجاوز کر چکی ہے۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ چیخا۔ "بلاؤ میرب کو مجھے اس سے بات کرنی ہے۔" اس کے چلانے پر گھبرا کر سعدیہ باہر نکلیں۔

"کیا ہوا؟ اچھا تو تم ہو۔" اسے دیکھ کر وہ بھی آگ بگولہ ہو گئیں۔

"اب کیا لینے آئے ہو ادھر؟"

"مجھے میرب سے ملنا ہے۔" وہ دھیما ہوا البتہ نقوش اب بھی تنے ہوئے تھے۔

"کیوں بیٹا اب مل کر کیا کرو گے اس سے۔ زندہ ہے یا مر گئی کیا دیکھ کر یہ تسلی کرنا چاہتے ہو؟" ان کا طنزیہ انداز اسے بہت برا لگا۔

"وہ میری بیوی ہے۔ مجھے اس سے ملنے کا پورا حق ہے۔"

"بہت خوب۔ یہ حقوق و فرائض آپ کو پچھلے دو دن سے یاد نہیں آئے تھے کیا۔ مارنے میں تو اسے آپ نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اب اس سے مل کر کیا کریں گے۔" یہ ماریہ تھی۔

"تم سب اچھا نہیں کر رہے۔ میں تم لوگوں کے خلاف اپنا قانونی حق استعمال کروں گا۔" وہ بھنا کر انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرنے والے انداز میں بولا۔

"قانونی حق تو میں بھی استعمال کر سکتی ہوں سائر۔" نحیف و نقاہت آمیز آواز پر سب نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

"ارے تم کمرے سے کیوں نکلیں؟" ماریہ بے ساختہ اسے تھامنے جو کرسی کو تھامے ہوئے تھی آگے بڑھی۔ سائر یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"بات تو مجھے بھی آپ سے کرنی ہے سائر! دو ٹوک اور آخری بار۔"

"تم بیٹھ جاؤ آرام سے۔" ماریہ نے اسے پکڑ کر کرسی پر بٹھایا۔

"ہاں تو کہیے۔ جو آپ کو کہنا ہے' اس کے بعد میں وہ کہوں گی جو میں کہنا چاہتی ہوں۔" سعد' سعدیہ اور ماریہ ایک ملامتی اور کاٹ دار نگاہ سائر پر ڈال کر وہاں سے چلے گئے۔

"گھر چلو۔" وہ نگاہیں چرا کر بولا۔

"گھر یا مقتل گاہ۔ ایک نیا زخم کھانے کے لیے؟" میرب نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا۔ سائر خاموش رہا۔ وہ کچھ دیر اسے منتظر نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"آپ جانتے ہیں آپ نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ آپ نے میری روح کو تار تار کردیا ہے۔ میرے کلیجے پر ہاتھ ڈالا ہے آپ نے' آپ نے قتل کرنے کی کوشش کی' مجھ سے اتنا بڑا اعزاز چھین لینا چاہا' میں آپ کو معاف نہیں کرسکتی' بالکل معاف نہیں کرسکتی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

سائر کچھ دیر اسے روتے دیکھتا رہا پھر اسے لگا جیسے وہ دو منٹ مزید یہاں کھڑا رہا تو پگھل جائے گا۔ اور وہ پگھلنا نہیں چاہتا تھا سو الٹے قدموں بنا کچھ کہے تیزی سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد میرب نے چہرے سے ہاتھ ہٹایا۔ کمرے میں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا جیسے اس کے دل میں سائر کے علاوہ۔

"کیا کروں میرے اللہ مجھے کوئی راستہ دکھا دے۔" اس نے دل سے فریاد کی تھی۔ تب ہی اس کے ذہن میں ایک خیال روشن ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

چندا اپنی دیگر ساتھیوں کے ساتھ باغ میں ہیروئن کی آمد کے انتظار میں گرمی دھوپ پسینے سے بے حال بیٹھی سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہی تھی۔

"یار ایک تو ان ہیروئنوں کے بڑے نخرے ہوتے ہیں ہمیں گھنٹوں دھوپ اور گرمی میں سڑنا پڑتا ہے جبکہ وہ مزے سے ٹھنڈی گاڑی میں بیٹھ کر آتی ہیں گانا ریکارڈ کروایا اور یہ جاوہ جا۔ میں تو سوچ رہی ہوں میں بھی ہیروئن ہی بن جاؤں۔" ایک گہری سانولی اور بھدی سی اداکارہ نے خیال آرائی کی۔

"کوئی بنائے تو بن جا۔" دوسری نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ہاں تو کیوں نہیں بنائے گا مجھ میں کوئی کمی ہے کیا۔" وہ اترائی۔

"کمی ہی تو نہیں ہے تجھ میں۔ ہر طرف زیادتی ہی زیادتی ہے۔" دوسری نے اس کا حدود اربعہ ناپتے ہوئے بے ہنگم قہقہہ لگایا۔ اور ان کی نوک جھونک سے قطع نظر چندا کی نگاہیں افق پر نجانے کیا تلاش کررہی تھیں پھر اس کی نگاہیں افق سے ہٹ کر اک منظر پر جم گئیں۔ سائیڈ ہیروئن سیٹ پر آچکی تھی اور اس کے ساتھ چھتری تانے چلتا ہوا اس کا منیجر آصف بھی۔ وہ بڑے خوشامدانہ انداز میں اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چندا کو محسوس ہوا جیسے اس کے وجود میں چیونٹیاں سی رینگ رہی ہوں' اس نے سگریٹ پھینکی اور اٹھ کھڑی ہوئی اور آؤ دیکھا نہ تاؤ جا کر اس پر پل پڑی۔ ہیروئن گھبرا کر جلدی سے اس سے دور ہوئی آن واحد میں وہاں ٹھیک ٹھاک تماشا کھڑا ہوگیا۔ آصف اٹھا اس نے بھی پے در پے کئی تھپڑ اس کے منہ پر دے مارے۔

"ذلیل عورت' تیری یہ ہمت۔"

"لالچی کمینے' مجھے برباد کردیا تو نے اور تو مزے کررہا ہے۔"

"برباد میں نے تجھے نہیں۔ تیری بے لگام خواہشوں اور اونچے اونچے خوابوں نے تجھے کیا ہے۔ بڑی آئی تھی ہیروئن بنوں گی۔ ٹکے کی صلاحیت نہیں اور چلی تھی دنیا فتح کرنے۔" اس نے اپنا پیر سہلاتے ہوئے کہا جہاں چندا نے اپنی سینڈل سے ضرب لگائی تھی۔

"میں تیرا خون پی جاؤں گی۔" وہ مزید بھڑک اٹھی۔

"سیکیورٹی... سیکیورٹی' یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے

یہاں۔۔۔ نکالو ان دونوں کو یہاں سے۔" اسی وقت ڈائریکٹر کی انٹری ہوئی تھی دو منٹ کے اندر اندر سیکیورٹی گارڈز نے دونوں کو اٹھا کر لوکیشن سے باہر پارکنگ میں پھینک دیا تھا۔ آصف پر جنون سوار ہو گیا۔

"کمینی۔۔۔ بدکردار۔۔۔ خود تو تباہ ہو ہی گئی اب مجھے بھی کرنا چاہتی ہے؟ اتنی دقتوں کے بعد ترنم کو پٹایا تھا تو نے ساری محنت برباد کر دی۔" وہ اس کے بال پکڑ کر جھٹکے دینے لگا۔ وہ درد سے بلبلا اٹھی۔

"چھوڑ مجھے۔۔۔ چھوڑ۔" دونوں لڑتے ہوئے تیزی سے موڑ کاٹ کر پارکنگ میں داخل ہوتی گاڑی کی زد میں آئے تھے۔

ایک دل خراش چیخ چندا کے لبوں سے آزاد ہوئی اور اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا کہہ گیا ہے سائر؟" وقار پوری رات کرسی پر بیٹھے یہی سوچتے رہے تھے۔

"میری ریاضت۔۔۔ میری محنت سب رائیگاں گئی۔ میں اس کے ذہن کو بدل نہیں پایا۔ اس کے اندر آج بھی وہی پانچ، چھ سال کا بچہ کنڈلی مارے بیٹھا ہے، جو عورت کے وجود سے خائف ہے، متنفر ہے، بددل ہے، بے یقین ہے، کیا کوئی کسی پر اپنے اتنے گہرے اثرات چھوڑ سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں؟" کوئی ان کے اندر ہنسا۔ اولاد سب سے زیادہ متاثر اپنے والدین ہی سے ہوتی ہے۔ اگر سائر نے دنیا کی ہر عورت کو اسی تناظر میں دیکھنا شروع کر دیا ہے تو اس میں عجیب کیا ہے۔

تو یہ ثابت ہوا کہ میں ہار گیا۔۔۔ میں اس بے وفا عورت کے اثرات سے اپنے بچوں کو بچا نہیں پایا۔ اور وہ جیت گئی۔ وہ ان کی زندگیوں سے دور ہوتے ہوئے بھی جیت گئی۔" روتے روتے ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا اور چوبیس گھنٹوں سے اناج کا ایک دانہ بھی انہوں نے منہ میں نہیں ڈالا تھا۔ تب ہی دروازے پر دستک دے کر لالی اندر آئی۔

"صاحب جی! آپ کے لیے کچھ کھانے کو لے آؤں۔" وہ اداسی سے بولی۔

"نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔" انہوں نے حسب سابق جواب دیا۔

"اچھا جی۔" وہ جیسے تھک کر بولی۔ "یہ ڈاکیا دے گیا ہے آپ کے نام کا لفافہ۔" اس نے ایک پھولا ہوا سفید بڑا سا لفافہ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ وہ یہی دینے آئی تھی۔ دے کر لوٹ گئی۔ وقار نے دھندلی آنکھوں سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ کالے مارکر سے واضح لکھا تھا "ارجنٹ" انہوں نے ناچار لفافہ چاک کیا۔ دل و دماغ کی حالت جیسی بھی ہو دنیا کے دھندے نمٹانے ہی پڑتے ہیں۔ اندر سے نکلتے انگلش فیشن میگزین کے چکنے کور پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہیں حیرت ہی ہوئی کہ یہ بھلا انہیں کون بھیج سکتا ہے؟ میگزین کے بیچ سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ ان کی گود میں آ گرا۔ انہوں نے کاغذ کھولا اور ان کی نگاہیں سطروں پر پھسلنے لگیں۔

جوں جوں وہ خط کی عبارت پڑھتے گئے ان کے چہرے کی رنگت متغیر ہوتی گئی۔ خط ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور کھلے ہوئے میگزین کے موڑے ہوئے صفحے پر ان کی نظر پڑی۔ بس اس سے زیادہ سہنے کی ان میں تاب نہیں تھی۔ وہ دل پکڑ کر دوہرے ہو گئے۔

"صاحب جی۔" نہیں کھانا نہ سہی چائے دینے کی غرض سے اندر آتی لالی کے ہاتھ سے کپ چھوٹ کر چکنا چور ہو گیا تھا۔ ان کے نزدیک آ کر ان کی پیٹھ سہلاتی نگران کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ چکے تھے۔

☆ ☆ ☆

"کیا میں نے کچھ غلط کر دیا ہے؟" سائر بہت ریش ڈرائیو کر رہا تھا۔

"مگر نہیں۔ میں نے کہاں کچھ غلط کیا ہے، ایک زندگی کو رلنے سے بچایا ہے، تباہی سے، برباد ہونے سے محفوظ بنایا ہے۔ تو پھر اتنے سارے لوگ مجھ سے نالاں کیوں ہیں۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو ان سب کا خفا

ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور میرب۔۔۔" یہاں آکر وہ الجھ گیا۔

"وہ مجھے قاتل کیوں کہہ رہی تھی۔ ابھی رو رہی ہے بعد میں اس کی آنکھوں میں ہی وہ ننھا وجود سب سے پہلے کھٹکنا شروع ہو جائے۔ ہو نہ ہو ڈرامہ باز عورت۔۔۔ اپنی چال بازی اور مکر میں مجھے الجھانا چاہتی ہے' مگر میں بے وقوف ہوں نہ اس کی باتوں میں آنے والا۔ سب جانتا ہوں میں۔" تب ہی اس کی لایعنی سوچوں کا سلسلہ ایک جھٹکے سے ٹوٹا اور اس نے بے ساختہ ہی بریک لگائے تھے کہ اس کی گاڑی کے سامنے پیلی نیکر میں ملبوس شرٹ سے بے نیاز بچہ یک دم ہی کہیں سے نمودار ہوا تھا۔

بریک لگاتے لگاتے بھی ہلکی سی ٹکر بچے کو لگ ہی گئی تو وہ بے چارہ سڑک پر بری طرح گرا تھا۔ سائر کے حواس مختل ہو گئے۔

"ہائے میرا بچہ۔۔۔ میرا لال۔" ایک نہایت خستہ حلیے والی عورت اسے اٹھا کر بری طرح چومنے لگی۔ سائر میکانکی انداز میں گاڑی سے اترا اور گود میں بچہ اٹھائی ہوئی عورت کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ تمہارا بچہ ہے؟"

"میرا بچہ۔۔۔ میرے جگر کا ٹکڑا' صاحب جی آپ نے تو اسے زخمی کر ڈالا۔" وہ روتے ہوئے بے بسی سے بولی۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں؟" سائر اسے محویت' مگر غائب دماغی سے دیکھ رہا تھا۔

"چھ ہیں جی۔۔۔ یہ سب سے چھوٹا ہے۔ باپ ان کا نشہ کرتا ہے اسے کوئی اور کام دھندا نہیں۔ گھر کا خرچا میں لوگوں کے برتن جھاڑو کر کے پورا کرتی ہوں' اب تو میرے پاس پیسے بھی نہیں بچے اس کی چوٹ کو کہاں دکھاؤں۔" وہ چسکوں پھکوں روتی رہی۔ بچہ الگ درد سے چلا رہا تھا۔

"تمہیں اس سے محبت ہے؟" سائر نے عجیب طرح سے عجیب تر سوال کیا۔

"کس ماں کو اپنے بچے سے محبت نہیں ہوتی جی۔ ہم غریب ہیں تو کیا ہوا ہمارے اندر بھی سوہنے رب نے بالکل آپ لوگوں جیسا دل لگا رکھا ہے۔ ہم اپنی محبت' بچوں کو اچھے اچھے اور مہنگے کھلونے دلا کر نہیں جتا سکتے۔ ہم ایک وقت خود فاقہ کر کے بچوں کو دو وقت روٹی کھلا کر ہی اپنی محبت دکھا سکتے ہیں۔" اس کا لہجہ اور آنسو بڑے معتبر تھے۔

"اگر میں کہوں کہ اپنا یہ بچہ کسی کو دے دو یا مار دو تو تم کیا کرو گی؟"

"نہ جی نہ۔ میں کیوں اپنے جگر گوشے کو خود سے الگ کروں' کیوں دوں کسی کو' کیوں ماروں اس کو میں' کہنے والے ہی کو نہ ختم کر دوں۔" وہ خطرناک تیور سے اسے دیکھنے لگی۔ سائر اس کا گہرا سانولا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے گرد ایک نور کا ہالہ تھا۔ ایک چاندنی کا حصار تھا' ایک مقناطیسی کشش تھی۔

جو اسے اس خوب صورت ترین عورت میں کبھی محسوس نہ ہو سکی جو اس کی "ماں" تھی۔

یقیناً وہ اس عورت کے وجود پر چھایا ممتا کا نور تھا جو اس بے حس اور خود غرض اور خود پرست عورت پر کبھی چھا ہی نہ سکا تھا۔ اس مصروف سڑک کے دوسرے کونے میں زمین پر گھٹنے کے بل بیٹھا بے یقین سائر زندگی کا ایک نیا سبق ایک ان پڑھ اور غریب ترین عورت سے پڑھ رہا تھا۔

"ماں۔۔۔ درد ہوتا ہے۔" بچہ درد سے بلبلایا تو ماں اسے بے تحاشا چوم رہی تھی اور سائر کو اب کچھ عجیب طرح سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ لو۔" سائر نے اپنی جیب سے سارے نوٹ بنا گنے اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اپنے بچے کا علاج کروا لینا۔"

"یہ۔۔۔ یہ تو بہت زیادہ ہیں صاحب۔" وہ غریب عورت اتنے بہت سے نوٹ ایک ساتھ دیکھ کر گھبرا گئی۔

"نہیں' بہت نہیں ہیں۔ یہ بہت کم ہیں' مگر فی الحال میں یہی تمہیں دے سکتا ہوں۔ تمہارا گھر کہاں ہے۔" عورت نے سامنے خالی پلاٹ پر بنائی گئی

جھگیوں کی جانب اشارہ کردیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں پھر آؤں گا۔" وہ اٹھا اور گاڑی میں بیٹھ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے تیزی سے بھگا لے گیا۔

"سودائی۔۔۔" وہ عورت ہکا بکا ہی سائر کو جاتے دیکھ کر بڑبڑائی۔

"ماں درد ہوتا ہے۔" بچے نے پھر صدا لگائی۔

"چل کا کے تیری پٹی کروا لاؤں۔ پھر تجھے تیری پسند کے مرغی کے کباب بھی بڑی دوکان سے دلواؤں گی۔"

"سچ ماں؟" بچے کی پیلی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

"ہاں۔۔۔ ہاں چل۔ اب جلدی چل۔" وہ اسے گود میں اٹھا کر تیز تیز چلنے لگی۔

"پتا نہیں کون دیوانہ تھا اور کیسے کیسے سوال کررہا تھا کم عقل۔" اسے رہ رہ کر سائر پر حیرت ہو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

گاڑی کی ٹکر نے دونوں ہی کو بری طرح گھائل کیا تھا۔ آصف کی کمر کی ہڈی جبکہ چندا کی سیدھی ٹانگ کا ٹخنہ متاثر ہوا تھا۔ کئی دن وہ اسپتال میں پڑی اپنی مختصر سی جمع پونجی سے اپنا علاج کرواتی رہی پھر جوں ہی پیسے ختم ہوئے علاج بھی تمام ہوا نتیجتاً" اس کے پیر میں لنگڑاہٹ آگئی جو کام مل رہا تھا وہ ملنا بند ہوا' اسے کھانے پینے کے لالے پڑ گئے ایسے وقت میں ستارہ نے اس پر نہ صرف رحم کھایا بلکہ اسے زندگی گزارنے کے لیے صائب مشورہ بھی دیا۔

وہ ایک پارلر میں کام سیکھنے لگی۔ بعد میں اسی پارلر میں تھوڑی تنخواہ پر نوکری بھی کرلی۔ وہ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکی تھی' مگر اس نے اب بھی شکست تسلیم نہیں کی تھی۔ اب اس کی زندگی کا اگر کوئی مقصد تھا تو وہ جمیل کی بربادی تھی۔ ایسی بربادی جس سے اس کی روح کانپ اٹھے۔ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے دو تین بار جمیل کے گھر جا کر آفس جا کر دیکھا بھی' مگر تب یہ جان لیوا خبر ملی کہ جمیل نہ صرف شہر چھوڑ چکا ہے بلکہ اپنا گھر اپنا کاروبار بھی کہیں اور منتقل کرچکا ہے۔ کہاں۔۔۔ یہ کسی کو نہیں پتا تھا۔ جن کو معلوم تھا چندا ان کے لیے مرچکی تھی۔

اس روز زندگی میں پہلی بار وہ اتنا روئی کہ لگا رو رو کر جان ہی دے دے گی' مگر نہیں۔۔۔ ابھی اسے بہت جینا تھا۔

☆ ☆ ☆

سائر آندھی طوفان کی مانند گھر پہنچا تھا۔ وہ راستے ہی میں تھا جب لالی کی کال اسے موصول ہوئی۔ وہ جلدی سے انہیں اسپتال لے آیا اور اب وہ آئی سی یو میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ سائر کسی خوف زدہ بچے کی مانند اس ٹھنڈے بخ اور اعصاب شکن مخصوص ماحول والے کاریڈور' دیوار پر لگے آف وائٹ ٹائلز سے سر ٹکائے آنکھیں موندے ہوئے تھا' آنسو ایک قطار کی صورت آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"یا میرے اللہ۔۔۔ یہ کیا ہوگیا' میرے پیارے بابا جان میری ذلیل حرکت کی وجہ سے ان حالوں کو پہنچے ہیں' اگر انہیں کچھ ہوگیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ آخر کیوں۔ کیوں میں نے انہیں دکھ پہنچایا' انہوں نے ہمیں کیا نہیں دیا۔ باپ کی شفقت کے ساتھ ساتھ ماں کی محبت' مگر جواباً" میں نے انہیں کیا دیا۔" وقت تھا کہ ریت کی مانند ہاتھوں سے پھسلا جارہا تھا اور ہر گزرتا ہوا لمحہ اس کے پچھتاوے میں اضافہ ہی کررہا تھا تب ہی اس کے فون کی بیل بجی۔ وہ بری طرح چونکا پھر پاکٹ سے فون نکال کر آنسو پونچھتے ہوئے ریسیو کیا۔

"ہیلو۔" اس نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

"بیٹا سائر۔۔۔ یہ کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہم پر۔ ایسا کیا ہوگیا آخر؟" مہ پارہ روتے ہوئے بولیں۔ سائر نے بمشکل تمام خود پر قابو پا کر کہا۔

"بس خالہ جان۔۔۔ آپ دعا کریں۔"

"میں نے تو کوئی اور ہی بات کرنے کے لیے وقار بھائی کو فون ملایا تھا تو گھر سے یہ خبر ملی۔۔۔ اجیہ کہاں ہے۔" ان کے پوچھنے پر سائر کو اس کا خیال آیا۔

"کالج میں ہے۔ ابھی اسے یہ خبر نہیں ملی۔"

"میں نے دستیاب فلائٹ لے لی ہے' میں دو گھنٹے تک پہنچ رہی ہوں کراچی۔ میرے خدایا۔۔۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا یہ سب ہو کیا رہا ہے۔ میرب کہاں ہے اس کی طبیعت کیسی ہے۔"

"اپنے گھر پر۔" اس نے مختصرا" بتایا۔ ڈاکٹر تیزی سے اس کے نزدیک آرہا تھا اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنے لگے۔

"کیا ہوا ڈاکٹر؟" وہ ہراساں ہو کر بولا۔

"آپ دعا کریں ہم پوری کوشش کر رہے ہیں اور یہ انجکشن فورا" لے کر آئیں۔"

"او کے ڈاکٹر۔۔۔" اس نے ڈاکٹر سے پرچا لیتے ہوئے کہا پھر مہ پارہ سے مخاطب ہوا۔

"اچھا خالہ جان۔۔۔ میں رکھتا ہوں۔"

"او کے بیٹا۔ گھبرانا مت' میں بس ان شاء اللہ پہنچ ہی رہی ہوں۔"

☆ ☆ ☆

"اب تک تو تیری تصویریں تیرے باپ تک پہنچ چکی ہوں گی۔" اجیہ کالج سے نکل رہی تھی جب اسے نگل کی کال موصول ہوئی۔

"اچھا۔" وہ بے ساختہ بولی۔ "تب تو پھر میں گھر جانے کی بجائے آپ کی طرف آجاتی ہوں۔ نجانے وہاں کیا صورت حال ہوگی۔"

"ارے بے عقل۔" اس نے جیسے سر پیٹا اپنا۔ "تو وہاں جا کر تو دیکھ' وہاں جائے گی نہیں تو دیکھے گی کیسے کہ وہاں کیا قیامت مچائی ہے تیری تصویروں نے۔"

"مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے امی۔" وہ خوف زدہ سی بولی۔ "نجانے بابا اور سائر بھائی میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔"

"اتنا ڈرنے اور گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ برا مان گئی۔ "جا کر دیکھو تو کہ مجھے برباد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ تمہارے دل کو کھلونا سمجھنے والوں پر کیا بیتی اور پھر تمہیں آنا تو بہرحال یہیں پڑے گا نا۔ تو آجانا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ یوں مرے مرے انداز میں بولی گویا دل سے راضی نہ ہو۔

"ٹھیک کہتے ہیں سیانے۔" نگل فون بند کرنے کے بعد سوچ رہی تھی۔ "کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں۔۔۔ کل تمہارا داؤ مجھ پر بھاری پڑا تھا جمیل۔۔۔ آج میرے مہرے نے تمہیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔۔۔ میری اذیت اور ناکامی کا باب اب بند ہوا چاہتا ہے اور آج سے تمہارے سکون اور نیک نامی کے دن گنے جاچکے۔ برسوں پہلے جو زخم تم نے مجھے دیا تھا۔ جمیل آج اس کا بدلہ میں نے لے لیا ہے کہ بہت سالوں سے یہی میری زندگی کا مقصد تھا۔۔۔ اس روز تم فتح کا جشن منا رہے تھے آج میری باری ہے۔ ہاہاہا۔" اس نے دیوانوں کی طرح پورا منہ کھول کر ہذیانی قہقہہ لگایا اور اپنے سامنے رکھی بوتل میں سے مشروب انڈیلا اور غٹاغٹ چڑھا گئی۔

اس کے رگ و پے میں۔ ایک عجیب سی سرمستی اور سرور چھا رہا تھا۔ سراسر عارضی سرور۔

☆ ☆ ☆

مہ پارہ ایئرپورٹ سے سیدھی اسپتال چلی آئیں۔ بکھرے بکھرے حلیے میں سوجی آنکھوں والے متوحش سے سائر کو دیکھ کر ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"اب کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز۔" مہ پارہ نے پوچھا۔

"چوبیس گھنٹے بہت اہم ہیں۔" اس نے مختصرا" بتایا۔ اور سینے پر ہاتھ باندھے یونہی کھڑا رہا۔

"ان شاء اللہ' اللہ اپنا کرم کرے گا۔ تم کیوں اتنے فکرمند ہو رہے ہو۔ اور تم اکیلے کیوں ہو یہاں۔ میرب کے گھر والوں کو اس وقت تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا' ظاہر ہے اس شہر میں تمہارا ان کے علاوہ کوئی رشتے دار بھی تو نہیں۔" انہیں ہلکا سا غصہ آیا۔

"میں نے انہیں فون نہیں کیا۔" وہ نگاہیں چرا کر بولا۔

"بیٹا حد کرتے ہو۔ انہیں اطلاع تو دینی چاہیے تھی۔ رکو میں کرتی ہوں میرب کو فون اور یہ اجیہ کہاں

ہے۔ کیا اسے بھی تم نے ابھی تک انفارم نہیں کیا؟"
وہ میرب کو فون ملاتے ہوئے بولیں۔ پھر کچھ سوچ کر رک گئیں۔
"ہوگی کالج میں، مجھے کچھ نہیں پتا۔ مجھے اس وقت خود اپنی خبر نہیں ہے خالہ! میں کسی کے بارے میں کیا کہوں۔ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میری ہی وجہ سے وہ ان حالوں کو پہنچے ہیں۔" وہ انتظار گاہ میں نصب کرسی پر بیٹھتا ہوا سر بالوں کو مٹھی میں بھینچتے ہوئے بولا۔
"تمہاری وجہ سے۔" مہ پارہ تعجب سے بولیں۔
"کیوں سائر! ایسا کیا کیا ہے تم نے؟"
"میں نہیں بتا سکتا آپ کو۔۔۔ میں نے سب کچھ ختم کردیا ہے۔" وہ زاروقطار رونے لگا۔ مہ پارہ بھی آبدیدہ ہوگئیں۔ پھر پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔
"نہیں بیٹا! اپنے آپ کو قصوروار مت ٹھہراؤ۔"
"نہیں، خالہ نہیں سارا قصور میرا ہے۔ میں نے ہی انہیں دکھ پہنچایا ہے۔ وہ اپنی تربیت کو رائیگاں جاتا دیکھ کر برداشت نہیں کرسکے۔"
وہ بری طرح رو رہا تھا اور اس کے رونے میں ندامت تھی، شرمندگی تھی، پچھتاوا تھا۔
"آخر ایسا کیا کردیا تھا اس نے؟" مہ پارہ نے ازحد تشویش سے سوچا۔ اس سے پوچھنا بے کار تھا کہ وہ کچھ بتانے پر آمادہ ہی نہیں تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر میرب کو کال ملانے کا سوچا تھا۔

☆ ☆ ☆

"میں اب فائیو اسٹینڈرڈ میں آگیا ہوں۔ مجھے اب اپنا لاہور والا بڑا سا گھر، خوب صورت پھولوں سے سجا گارڈن۔ اپنے پرانے فرینڈز۔ اسکول ٹیچرز کچھ بھی بہت زیادہ یاد نہیں آتا۔ زینت بی بی بھی ہمیں چھوڑ کر اپنی بہن کے پاس ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہیں۔ اب ہمارے پاس نئی میڈ ہے، ان کا نام صفیہ ہے۔ یہ بہت سخت اور اصول پرست ہیں، مجھ سے زیادہ باتیں بھی نہیں کرتیں، سارا وقت روتی ہوئی اجیہ کو گود میں جو اٹھانا پڑتا ہے وہ بہت کمزور اور چڑچڑی بے بی ہے۔ بابا کراچی آکر بہت زیادہ بزی رہنے لگے ہیں، مگر وہ جب بھی کام سے واپس آتے ہیں مجھے اور اجیہ کو اپنے پاس اپنے ساتھ ہی بٹھا کر رکھتے ہیں۔ میں تو سوتا بھی ان کے ساتھ ہوں۔ اجیہ رات میں ڈسٹرب بہت کرتی ہے اس لیے میڈ کے پاس سوتی ہے۔ میں اب زیادہ باتیں نہیں کرتا۔ فرینڈ بھی نہیں بناتا۔ فرینڈز گندے ہوتے ہیں۔ میری مما کے اتنے سارے فرینڈز تھے انہوں نے ان کے لیے بابا سے لڑائی کی اور ہمیں چھوڑ دیا۔ پیاری ڈائری میں اپنی ساری باتیں اس لیے تمہیں بتا رہا ہوں کیونکہ تم سب سے اچھی دوست ہو۔ تم یہ ساری باتیں کسی کو نہیں بتاسکتیں۔ پرامس کرو نہیں بتاؤگی نا۔ کیونکہ بابا کہتے ہیں اپنی فیملی کی بات دوسروں سے کرنا بری بات ہوتی ہے۔ دوسرے آپ کی انسلٹ کرتے ہیں، آپ کو دکھ پہنچاتے ہیں، مگر آئی ہوپ کہ تم ایسا نہیں کروگی۔ نہیں کروگی نا؟"
میرب نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ ڈائری بند کی۔
کیا بند تھا ان ڈائریوں میں۔ یہ راز اب اس پر منکشف ہوچکا تھا۔ اس کا فون بج رہا تھا اس نے ایک گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی سعی کی۔
"ہیلو میرب بیٹا۔۔۔ میں مہ پارہ بات کررہی ہوں۔"
"جی خالہ جانی! السلام علیکم کیسی ہیں آپ۔"
"بیٹا۔۔۔ اب کیا کہوں۔ تمہاری طبیعت تو خود ٹھیک نہیں۔"
"نہیں میں ٹھیک ہوں آپ بتائیے۔" اس کی حسیات الرٹ ہوگئیں۔
"کیا تم جانتی ہو کہ وقار بھائی اور سائر کے بیچ کیا ٹینشن ہوئی ہے؟"
"ٹینشن۔۔۔ شاید ہاں جانتی ہوں۔" وہ سوچ کر بولی۔
"مگر کیوں خالہ۔۔۔ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔"
"بس بیٹا۔۔۔ دعا کرو وقار بھائی اسپتال میں ہیں۔ دعا کرو کہ وہ ساتھ خیریت کے گھر واپس آجائیں۔" وہ

بولیں۔
"کیا؟" میرب کو دھچکا لگا۔ "بابا ہوسپٹلائزڈ ہیں کیا ہوا انہیں خیریت سے تو ہیں وہ۔"
"سب ٹھیک ہے بس تم دعا کرو۔" وہ اتنے متوحش انداز میں بولی کہ مہ پارہ کو اسے بتانے پر افسوس سا ہونے لگا مگر ظاہر ہے بتانا بھی ضروری تھا۔
"میں آتی ہوں اسپتال۔" اس نے کہا۔ مہ پارہ ارے ارے ہی کرتی رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

اجیہ ڈرے سہمے انداز میں گھر کے اندر داخل ہوئی' مگر وہاں اس کی توقع کے برخلاف سب ہی کچھ نارمل تھا۔ وہ بنا رکے سیدھی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ آج اسے یہ قفس۔۔۔ یہ زنداں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا تھا۔ اس لیے کسی بھی بات سے زیادہ اسے اس بات کی فکر لاحق تھی' مگر نجانے کیابات تھی کہ باربار اس پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی۔
"اب جو بھی ہو دیکھا جائے گا۔" اس نے دل کو ڈپٹا تھا۔

☼ ☼ ☼

میرب' ماریہ' سعدیہ اور سعد کے ہمراہ فوراً" ہی اسپتال پہنچی تھی اور اب مہ پارہ کے گلے لگی رو رہی تھی۔ سائر بڑی خاموش نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔
"بیٹا کیوں رو رو کر خود کو ہلکان کر رہی ہو۔ اپنی حالت دیکھو۔ تمہیں تو گھر پر رہ کر آرام کرنا چاہیے تھا۔" مہ پارہ نادم لہجے میں بولیں۔
"میں نے خوامخواہ تمہیں پریشان کر دیا۔"
"نہیں آپ نے اچھا کیا جو اطلاع دے دی' آخر کڑے وقت میں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔" سعدیہ نے آگے بڑھ کر سائر کے کندھے پر مشفقانہ انداز میں ہاتھ رکھا۔
"تو بھلا بتاؤ۔ بچہ بے چارہ اکیلا پریشانی جھیلتا رہا اگر اپنے ساتھ ہوں تو فکر آدھی ہو جاتی ہے۔ اب تم بالکل فکر مت کرو' دیکھ لینا بھائی صاحب ان شاء اللہ جلد ہی صحت یاب ہو جائیں گے۔"
"ان شاء اللہ آمین۔۔۔" اس نے کہا تھا۔ تب ہی ڈاکٹر ایک مرتبہ پھر ان کی جانب آتا دکھائی دیا۔ سب یک دم خوف سے الرٹ ہو گئے۔
"فی الحال وہ خطرے سے باہر ہیں' مگر پھر بھی چوبیس گھنٹے نہایت اہم ہیں۔ ہم نے انہیں انڈر آبزرویشن رکھا ہے آپ بھی دعا کریں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔
"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" بے ساختہ سائر کا مرجھایا چہرہ کھلا تھا۔ سب ہی اس اطلاع پر اطمینان محسوس کر رہے تھے۔
"اب ایسا کرو بیٹا۔ ہم لوگ یہیں ہیں۔ تم جاؤ مہ پارہ کے ساتھ گھر پر کچھ دیر آرام کر لو۔ فریش ہو کر پھر آجانا۔" سعدیہ نے کہا۔
"نہیں۔ میں یہیں رہوں گا۔ یہاں میری ضرورت ہے۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔
"نہیں بیٹا۔ سعدیہ ٹھیک کہہ رہی ہیں' چلو گھر چلیے دیکھو اپنا کتنا خراب ہو رہا ہے ایک دو گھنٹے آرام کرکے واپس آجانا۔"
مہ پارہ نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ "اور میرب چلو شاباش تم بھی گھر چلو۔ تم تو شکل ہی سے کمزور اور بیمار لگ رہی ہو۔" اور میرب نے انکار نہیں کیا کہ اسے بہت سے ایسے سوالات کرنے تھے جن کا جواب صرف مہ پارہ ہی دے سکتی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ تینوں ابھی کچھ دیر قبل ہی لاؤنج میں تھکے تھکے اور اپنی اپنی سوچوں میں گم آکر بیٹھے تھے کہ لالی چلی آئی۔
"کیسے ہیں صاحب جی۔ اچھے تو ہیں۔" اس نے فکرمندی سے پوچھا۔
"ہاں۔ تم دعا کرو۔" مہ پارہ مختصراً" بولیں۔ سائر نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا تھا۔ میرب خاموش بیٹھی تھی۔

"ہاں میں تو صبح سے صاحب کے لیے دعا کر رہی ہوں۔ بہت اچھے ہیں وہ۔ بہت خیال رکھتے ہیں ہم سب کا' اللہ انہیں لمبی حیاتی دے۔ ڈاکیا کوئی لفافہ دے گیا تھا ان کے نام' جب میں چائے کا پوچھنے گئی تو وہ خط ہی پڑھ رہے تھے۔ خدا کی مار... لعنت ہو اس لفافے پر' مجھے تو لگتا ہے اسی کو پڑھ کر صاحب کی طبیعت بگڑی ہے۔" وہ ایسے لہجے میں بولی گویا بہت بڑا انکشاف کر رہی ہو اور سچ تو یہی تھا۔ وہ سب لفافے اور خط کا ذکر سن کر بری طرح چونکے۔

"ذرا لے کر آؤ۔ کہاں ہے وہ خط۔" مہ پارہ عجیب بے چینی سے بولیں۔

مہ پارہ خط پڑھ کر دم بخود بیٹھی تھیں ان کے اندر اتنی ہمت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ میگزین کھول کر دیکھ پاتیں۔

"کیا... کیا لکھا ہے کس کا خط ہے؟" سائر اپنی نشست سے اٹھا اور جھپٹ کر ان سے کاغذ چھینا۔ میرب الگ پریشانی اور تجسس سے کبھی کاغذ کبھی مہ پارہ تو کبھی سائر کو دیکھ رہی تھی۔

"وقار جمیل فاروقی... آج سے تقریباً" سترہ سال قبل تم نے ایک سرپرائز مجھے دیا تھا۔ آج میری باری ہے۔ تم نے کیا سوچا تھا کہ چندا اتنی ہی ارزاں شے ہے کہ جب تمہارا جی چاہے گا اپنی زندگی سے ایسے تہی داماں کر کے نکال پھینکو گے تو یہ تمہاری بھول تھی وقار جمیل... اس روز تم نے مجھے برباد کیا تھا آج میں وہ بربادی تمہیں لوٹا رہی ہوں سود سمیت...

اس میگزین میں چھپی تمہاری "معصوم اور پاکباز" بیٹی کی تصاویر تمہیں احساس دلائیں گی اس بھیانک غلطی کا' جو تم نے مجھ سے سب کچھ دھوکے بازی سے چھین کر کی تھی۔ آج کے بعد تم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ میرا خود سے وعدہ ہے۔ تم سے وعدہ کر کے میں نے کیا کرنا ہے خود سے وعدہ کروں گی تو نبھاؤں گی تو سہی...

فقط گلناز بانو عرف چندا!!!"

اور میگزین دیکھنے کی اس نے نہ ضرورت محسوس کی نہ اس میں ہمت تھی۔ خط پڑھ کر وہ پتھرایا نہیں بلکہ اس کے اندر سالوں سے دہکتا آتش فشاں پھٹ پڑا۔

"اجیہ... کہاں ہے اجیہ؟" وہ پوری قوت سے دھاڑا تو مہ پارہ یکلخت ہوش میں آئیں اور اجیہ جو اپنا مختصر سا اٹیچی بکس تھامے باہر کی صورت حال سے یکسر بے نیاز خاموشی سے باہر نکل رہی تھی اس کا جلال دیکھ کر وہیں جم گئی۔

"میں تمہیں جان سے مار دوں گا بے غیرت..." وہ اس کی جانب جھپٹا تو مہ پارہ جیسے ہڑبڑا کر ہوش میں آئیں۔

جب تک مہ پارہ ان کے نزدیک پہنچیں سائر یکے بعد دیگرے تھپڑوں سے اس کا منہ سرخ کر چکا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے... کیا کیا۔"

"رکو ٹھہرو سائر!" مہ پارہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"مت روکیں مجھے' میں اسے جان سے مار دوں گا۔" اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"پاگل مت بنو... اسے مارنے سے کیا ملے گا۔ مجھے تو افسوس ہے کہ ہمیں پہلے ہی کیوں خبر نہ ہوئی۔"

"آپ لوگوں کو تو افسوس ہو گا ہی کہ جس عورت کو آپ لوگ جیتے جی مار چکے تھے وہ زندہ کیسے رہ گئی۔ ظالم ہیں آپ سب... میں نے اپنی ماں کا بدلہ لے لیا ہے آپ سب سے۔ اب مجھے کوئی افسوس نہیں۔" وہ سرخ چہرے اور وحشت زدہ آنکھوں والی اجیہ' اجیہ نہیں کوئی سودائی لگ رہی تھی اور جو اپنی سب سے قیمتی چیز داؤ پر لگا دے وہ سودائی ہی تو ہوا کرتا ہے۔

"بدلہ لے لیا ہے؟ اپنے باپ کی جان لینے کی کوشش کر کے؟" مہ پارہ نے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "اور کس بات کا بدلہ ذرا میں بھی تو سنوں۔" وہ اب قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ سائر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے زمین پر یوں بیٹھا تھا گویا سب کچھ ہار چکا ہو۔ میرب صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بابا شکی تھے' تنگ نظر تھے۔۔۔ امی پہ شک کرتے تھے۔ انہوں نے ان کی زندگی تلخ کر رکھی تھی۔ آپ لوگوں نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا وہ انہیں مارتے تھے پیٹتے تھے کولہو کے بیل کی طرح ان سے گھر کے کام لیتے تھے۔ در حقیقت وہ اتنی خوب صورت اور کم عمر بیوی ڈیزرو ہی نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے برباد کر کے رکھ دیا امی کو۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی نہایت پریشانی میں گزاری محنت کی' مزدوری کی' کسی نے انہیں پلٹ کر نہیں پوچھا۔ بہت غلط کیا آپ لوگوں نے ان کے ساتھ بہت غلط۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"غلط تو ہم نے واقعی کیا اجیہ۔۔۔" مہ پارہ تاسف سے اسے دیکھنے لگیں۔

"تمہیں حقیقت سے نا آشنا رکھ کے۔ تمہارا بچپن' تمہاری معصومیت چھن نہ جائے' اس خوف سے ہم نے تمہیں آگہی کے عذاب سے بچایا۔ تم لڑکی ذات تھیں' تمہیں آنے والے وقت کے مسائل سے بچانے کی خاطر' تمہارے باپ نے اپنا آبائی شہر چھوڑا' اپنے رشتے داروں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ تمہیں ایک محفوظ و مامون مستقبل دینے کی خاطر وقار بھائی نے اپنے حال میں کتنے سمجھوتے کیے تھے' یہ مجھ سے پوچھو۔"

"مجھے کسی سے کچھ نہیں پوچھنا۔ جھوٹے' دغا باز ہیں آپ سب۔۔۔ آپ لوگوں نے بچپن ہی میں میری ماں سے جدا کر دیا مجھے' میں آپ لوگوں کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔" وہ نفی میں سر ہلا کر بری طرح سسک رہی تھی۔

"کینسر کو وجود سے جدا کرنا ہی پڑتا ہے بے وقوف۔۔۔ نہیں تو وہ سارا جسم سڑا کر گلا کر ختم کر دیتا ہے۔" مہ پارہ اب خود بھی رونے لگیں۔۔۔ بے بسی کے آنسو۔

"میری ماں کے لیے آپ ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں۔" وہ درد سے بلبلائی۔

"حقوق کی بات رہنے دو اجیہ! تم نہیں جانتیں۔ تم کچھ نہیں جانتیں۔ تم نہیں جانتیں کہ وہ کتنی خود غرض اور مفاد پرست عورت ہے' تم نہیں جانتیں کہ اس نے زندگی میں سوائے خود پرستی کے کچھ نہیں کیا' تم نہیں جانتیں وہ رشتوں کو نبھاتی نہیں' انہیں استعمال کرتی ہے اور تمہیں سن کر افسوس تو ہوگا مگر اچھا ہے کہ سن ہی لو کہ وہ تمہیں بھی استعمال کر چکی ہے۔ بہت غلط طریقے سے۔۔۔"

"میں نہیں مانتی آپ کی بکواس کو۔" وہ بدتمیزی سے چیخی۔

"تمہیں ماننا پڑے گا اجیہ۔۔۔ تم نے اس کی طرف کی کہانی بھی سنی۔ اب اس طرف کی کہانی بھی سنو۔ اس کے بعد فیصلہ کرو۔ مجھے اپنے بیان کی صداقت کے لیے گواہوں کی ضرورت تو نہیں' لیکن اگر تمہیں ہو تو میں چشم دید گواہ بھی تمہارے سامنے لا سکتی ہوں اور لانا بھی کیا۔۔۔" وہ کچھ دیر ٹھہر کر ساتر کو دیکھنے لگیں جو لٹے پٹے انداز میں گم صم سا بیٹھا تھا۔

"تمہارا یہ بھائی۔۔۔ اس سے پوچھو کیسا محروم اور اذیت ناک بچپن گزارا ہے اس جہاں نصیب نے۔ کہو سچ سننے کی تاب ہے تم میں۔" مہ پارہ اسے دیکھ کر طنزیہ بولیں۔

اجیہ کے آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے وہ ہاں کر پا رہی تھی نہ نا۔۔۔

☆ ☆ ☆

وقت بدل گیا۔ حالات تبدیل ہو گئے۔ پاکستان فلم انڈسٹری کا بدترین زوال شروع ہو گیا۔ ہر کرسی پر ان پڑھ اور موقع پرست لوگ قابض ہو گئے۔ نتیجتاً" کام ٹھپ ہو گیا۔ انڈسٹری سے وابستہ لوگوں کے گھر کے چولہے بجھنے لگے۔ کراچی میں ڈرامہ انڈسٹری فروغ پا رہی تھی۔ وہاں اب کام بہت تھا سو متعلقہ لوگ تلاش معاش کی خاطر کراچی کا رخ کرنے لگے۔ یہاں مواقع زیادہ تھے۔ چندا بھی یہیں چلی آئی اور اپنی ایک جاننے والی کی وساطت سے میڈم کٹی کے پارلر میں جاب حاصل کی اور یہیں ایک چھوٹے اور خستہ سے فلیٹ میں رہنے لگی۔ زندگی میں کوئی واقعہ بھی بنا کسی

وجہ کے وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ شاید قدرت چندا کو آخری موقع دینا چاہتی تھی۔
چندا کا اجیہ اور مہ پارہ کو شاپنگ مال میں دیکھنا۔ اس سنہری موقع کا سنگ بنیاد تھا۔ اور اس نے ایک بار پھر اس موقع کا غلط استعمال ہی کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"میں نہیں جانتی کہ وہ تم سے کب' کہاں اور کیسے ملی' میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اس نے ثابت کردیا کہ وقار بھائی کا فیصلہ کتنا بروقت اور درست تھا' ایسا نہیں ہے کہ ہمیں کبھی اس کا خیال نہیں آیا یا ہم نے یہ نہیں سوچا کہ وہ کن حالوں میں زندگی گزار رہی ہوگی۔ آتا تھا۔ بھائیوں کا پتا نہیں مجھے اور آپا کو ضرور آتا تھا اور ہم اس کے لیے دعا بھی کرتے تھے' مگر افسوس کہ ہماری دعائیں اس کے کسی کام نہیں آئیں۔" وہ بولتے بولتے تھک سی گئیں۔ ان کا چہرہ سرخ اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ سانز بھی سر جھکائے نجانے کیا سوچ رہا تھا۔ میرب ساری کہانی سن کر ششدر بیٹھی تھی اور اجیہ۔۔۔ اجیہ اب رو نہیں رہی تھی اس کی آنکھوں میں چپ طاری تھی۔ اس نے ساری کہانی سن لی تھی' مگر یقین۔۔۔

"نہیں میں نہیں مان سکتی۔ امی ایسی ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔" کچھ دیر بعد وہ بولی تو مہ پارہ نے ازحد غصے سے اسے دیکھا۔

"کیسے مانو گی تم۔۔۔ وہ طریقہ بتادو۔"

"مجھے ماننا ہی نہیں ہے۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔

"اٹھو۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں بولیں۔ "تم بھی اور اسی وقت مجھے اس کے پاس لے کر چلو بہت ہوگیا یہ ڈرامہ۔ آج سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہو ہی جائے۔"

"میں نہیں لے کر جاؤں گی کسی کو وہاں۔" وہ خوف زدہ بچے کی طرح بولی۔

تب ہی مہ پارہ کا فون بجا۔ حمزہ کا تھا۔ انہوں نے اپنا لہجہ اعتدال پر لاکر "ہیلو" کہا۔

"کہاں ہیں آپ۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کراچی میں ہوں۔ بھائی صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں بیٹا! انہیں اٹیک ہوا ہے۔" وہ متاسف سی بتانے لگیں۔

"کیوں؟ کیا اپنی بیٹی کے کارناموں کی خبر ہوگئی انہیں؟" وہ زہرخند ہو کر بولا۔

"یہ کس انداز میں بات کررہے ہو حمزہ۔" انہوں نے ناپسندیدگی سے ٹوکا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں میں مام۔۔۔ آج ہی کوریئر ملا ہے مجھے۔۔۔ خط ہے اجیہ کا' ساتھ میں وہ میگزین بھی جس میں اس کی ولگر پکچرز آئی ہیں' اس نے صاف صاف لکھا ہے مام وہ ماڈلنگ کرنا چاہتی ہے اور اس کی شادی زبردستی میرے ساتھ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے' کیا یہ سب آپ کو معلوم تھا مام؟" وہ جیسے رو دینے کو تھا۔ مہ پارہ بوکھلا کر رہ گئیں۔

"نہیں بیٹا۔۔۔ اصل میں۔۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ۔" ان سے بات نہ بتائی جارہی تھی۔ ہاں کرتیں تو بیٹے کا اعتماد کھوتیں' نہ کرتیں تو بیٹا نجانے کیا کرتا۔

"مام اس نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے۔ اگر ایسے ہی کریکٹر کی لڑکی سے شادی کرنی تھی تو یہاں کیا کمی تھی۔ نہیں مام۔۔۔ میں زبردستی کے بندھن باندھنے کا قائل نہیں ہوں۔ مجھے تو پہلے ہی سمجھ جانا چاہیے تھا کہ وہ میرے ساتھ نے خوش نہیں ہے۔ میں نے آپ کو ابھی اسی لیے فون کیا ہے کہ میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔" مہ پارہ پوری جان سے کانپ اٹھیں۔

"نہیں بیٹا۔ ایسی حماقت بالکل مت کرنا۔ ہوسکتا ہے تمہیں کوئی غلط فہمی۔"

"واٹ غلط فہمی مام۔۔۔؟" وہ یوں ہنسا گویا انہوں نے کوئی بچکانہ بات کی ہو۔ "لیٹر غلط ہوسکتا ہے' مگر اس کی تصویریں۔۔۔ نو مام۔۔۔ میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ میری بیوی اتنا ولگر اور چیپ فوٹو شوٹ کروائے اور میں ری ایکٹ نہ کروں۔ سوری مام میں نے پہلے آپ کی بات مان لی تھی' اب نہیں مان سکتا اس لیے میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔"

وہ "حمزہ ڈونٹ ڈو اٹ" کہتی رہ گئیں، مگر اس نے فون بند کر دیا۔ فون بند ہونے پر انہوں نے نہایت کاٹ دار اور چبھتی نگاہوں سے ساکت کھڑی اجیہ کو دیکھا۔ بہت جتاتی نگاہوں سے۔

"یہی چاہتی تھیں نا تم، تو مبارک ہو تمہیں۔ تمہارے کارناموں کی خبر اس تک بھی بڑے اہتمام سے پہنچا دی گئی ہے۔ وہ تمہیں طلاق دے رہا ہے۔" میرب نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔ سائر یونہی بیٹھا رہا گویا اب اسے کسی بھی بات سے فرق نہ پڑ رہا ہو اور اجیہ... اس کی نگاہوں سے بے یقینی جھلکی اور وہ ساکت رہ گئی۔ ہکا بکا تو لالی بھی کھڑی تھی۔

"تم بے عزت ہو گئی ہو اجیہ... بدنام کر دی گئی ہو... یہ کیسا بدلہ، کیسا انتقام ہے جس میں سارا نقصان سراسر تمہارا ہی ہوا؟ تمہیں بڑی خوبی سے تمہارے ہی خلاف استعمال کر لیا گیا ہے اجیہ! اور تم اندھی محبت میں بے موت ماری گئیں۔ کیا اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں جھوٹی کہانی سنائی ہے؟"

"کیا ہو رہا ہے یہ سب، مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" وہ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے لگی کہ یہ بات اس کے علم میں بھی نہیں تھی کہ حمزہ کو بھی اس کی تصاویر ارسال کی گئی ہیں گو کہ اسے حمزہ سے کوئی لگاؤ کوئی انسیت نہیں تھی، مگر بہرحال وہ اس کا کزن بھی تھا اور اس کے سامنے یوں ایکسپوز ہونا۔

"اور نہ صرف اس کے سامنے اجیہ... تمہاری ہوشربا تصاویر تو نجانے کس کس نے دیکھی ہوں گی۔ کیا تم آج کے بعد خود سے نگاہیں ملانے کے قابل رہ گئی ہو؟" کوئی اس کے اندر درد سے کراہا تھا۔

"کیا تم اب بھی مجھے اس کے روبرو لے کر نہیں چلو گی؟" مہ پارہ نے بہت کاٹ دار لہجے میں سوال کیا تھا۔ اجیہ کے اندر مسلسل درد کی کوئی بازگشت سی گونج رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"مجھے کیا سمجھا تھا اس نے۔ اب اسے پتا چلے گا کہ برباد ہونے کے بعد کیسا محسوس ہوتا ہے۔ لات مار کر مجھے اپنی زندگی سے باہر پھینکا تھا نا اس نے آج میں نے اسے ایسی ٹھوکر ماری ہے کہ وہ منہ کے بل گرا ہو گا... ہاہاہا۔" وہ جھوم رہی تھی۔ خوشی سے ڈول رہی تھی۔ اپنی فتح پر قہقہے لگا رہی تھی۔ بلند آہنگ خوف ناک قہقہے۔

تب ہی دروازے کی گھنٹی بجی۔ وہ پل بھر کو خاموش ہوئی۔ پھر بے تابی سے دروازے کی جانب بڑھی۔

"آ گئی میری ہونہار بیٹی۔" وہ دروازہ کھول کر والہانہ پذیرائی کو آگے بڑھی، مگر اسے جلد ہی ٹھہر جانا پڑا... کہ دروازے پر اجیہ نہیں... مہ پارہ اور سائر تھے۔

"ماٹو تم... اور یہ... یہ سونو ہے؟" اس نے پہچان کا مرحلہ بخیر و خوبی طے کر لیا تھا۔

"ہاں میں..." مہ پارہ درشتی سے بولیں۔ "کیوں کیا تمہیں کسی اور کا انتظار تھا؟" انہوں نے بنا بلائے گھر میں داخل ہوتے ہوئے طنزاً کہا۔

سائر کی بے تاثر نگاہیں اس بے حس چہرے پر جمی تھیں جسے چھونے، چومنے کی خواہش کبھی بہت بچپن میں اس کے سینے میں سر پٹخا کرتی تھی، مگر آج اس کے اندر سوائے رنج و طیش کے کوئی اور جذبہ بیدار نہ ہوا۔

"ہاں اسی کا انتظار تھا جس نے تمہیں یہاں کا پتا بتایا ہے۔" وہ ذرا بھی خائف یا شرمندہ نہ ہوئی۔

"مجھے حیرانی ہے تم پر چندا..." مہ پارہ تاسف سے اسے دیکھ کر بولیں کہ جس کا تکبر اور خود غرضانہ انداز آج بھی جوں کا توں قائم تھا۔ "تم نے وقار بھائی کی عزت سے کھیلا، ان کی دولت کو برباد کرنا چاہا، تم نے اپنے بچوں کی معصومیت اور ان کا بچپن چھینا اور آج... آج بھی تم جب ان کی زندگی میں واپس لوٹی ہو تو تباہی اور بربادی بن کے... تم ہو کیا شے چندا... میں تمہیں کبھی سمجھ ہی نہیں پائی۔"

"مجھے لعن طعن کرنے سے تمہیں کچھ مل رہا ہو تو کرتی رہو، مگر واضح رہے... مجھے تمہاری جذباتی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔" اس کے لبوں پر خند مسکراہٹ، مگر نگاہوں میں غصہ ٹھہرا ہوا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔ تمہیں فرق پڑ بھی کیسے سکتا ہے۔ احساس انسانوں کے دل کی میراث ہے۔ یہ بے حس لوگوں کے اندر نہیں پنپتا۔" مہ پارہ نے نفرت سے کہا۔

"ہاہاہا..." اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ "چلو یہ ہی سہی، مگر یہ تو پتا چلے کہ آخر تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور ہاں۔" اس نے چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کہاں ہیں میری فرمانبردار بیٹی... تمہارے ساتھ نہیں آئی کیا۔ اوہ میں پوچھنا تو بھول ہی گئی۔ وہ زندہ بھی ہے یا اس کے عزت دار باپ نے غیرت کے نام پر اسے قتل کردیا۔"

"تم کیسی ماں ہو چندا؟ ایک عورت بھلے اچھی بیٹی... بہن یا بیوی نہ بھی ہو، مگر ایک ماں کے اچھے ہونے، اپنی اولاد سے مخلص ہونے پر شبہ نہیں کیا جاسکتا، مگر تم نے اس بات کی نفی کردی ہے چندا... کیا کوئی ماں اتنی شقی القلب کی ہوسکتی ہے مجھے یقین نہیں آتا۔" ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"جس کے خوابوں، خواہشوں، تمناؤں کا گلا قدم قدم پر گھونٹا گیا ہو اس سے تم اور کیا امید رکھتی ہو؟" اب کی بار وہ چیخ ہی پڑی۔

"خواب، خواہش اور تمنائیں...." مہ پارہ نے دہرایا۔ "کون سے خواب، کیسی خواہشیں اور کس بات کی تمنائیں... زندگی نے تمہیں کیا نہیں دیا۔ بہترین ماحول میں تمہاری پرورش ہوئی، یاد ہے ابا میاں اپنے اور بچوں کی حق تلفی شاید کرجاتے ہوں، مگر وہ تم پر جان چھڑکتے تھے۔ اچھی شکل صورت، وفادار کھاتا پیتا شوہر، پیاری صحت مند اولاد، بہترین نہ سہی، بہت اچھا گھر اور کیا چاہیے ہوتا ہے ایک عورت کو زندگی میں... تمہیں تو سب کچھ بن مانگے ہی مل گیا تھا آخر تم پر کس بات کا جنون سوار رہا۔"

"یہ سب کچھ کسی عام عورت کے لیے متاثر کن ہوگا، میرے لیے نہیں۔" وہ غرور سے بولی۔ "مجھے آزاد فضاؤں میں اڑنا تھا۔ بہت اونچی۔ بہت بلند پرواز تھی میری، مگر مجھے ملا کیا؟ ایک سنہری قید خانہ جس میں، میرا دم گھٹتا تھا، سانس رکتی تھی میری۔" وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر یوں بولی گویا اس کا دم واقعی گھٹ رہا ہو۔

"تمہاری غلط سوچ نے تمہاری زندگی تو برباد کی ہی، مگر تم سے وابستہ لوگوں کو بھی چین سے جینے نہیں دیا۔" مہ پارہ کو اس کے خیالات نے تپا کر دیا۔ "ایک غلط عورت صرف خود کو برباد نہیں کرتی کئی نسلیں تباہ کردیتی ہے، تم نے یہ بات سچ ثابت کردی ہے چندا۔ تف ہے تمہاری زندگی پر۔

وقار بھائی نے تمہیں محبت، پیسہ، عیش و آرام کیا نہیں دیا اور تم... تم ان کے ساتھ کیا کررہی تھیں کیا تمہیں یاد ہے... تم اپنے محبوب کے ساتھ مل کر ان کی عزت کا جنازہ تیار کررہی تھیں۔ کیا وہ تمہیں معاف کردیتے۔"

"میں نے اس سے معافی مانگی بھی نہیں تھی۔" وہ اتنے آرام سے بولی جیسے اطلاع دے رہی ہو۔ "مجھے نہ اس کی ذات سے دلچسپی تھی نہ اس کے پیار و محبت سے... مجھے چاہنے والے سراہنے والے بہت تھے۔"

"ان سے نہ سہی ان کے پیسوں سے تو تھی۔" مہ پارہ بھڑک کر بولیں۔ وہ ہنس پڑی۔

"اس کے پاس تھا ہی کیا۔ ایک گھر... وہ بھی میرے کسی کام نہ آسکا۔"

"حالانکہ تم نے اسے اجاڑنے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔"

"بس بہت ہوگیا۔" وہ بھنا گئی۔ "کیوں آئے ہو تم لوگ یہاں؟ اگر میرا ماضی مجھے یاد دلانے تو اس کی ضرورت نہیں۔ وہ مجھے پوری جزئیات کے ساتھ یاد ہے۔"

"نہیں... مجھے کچھ یاد دلانے کی قطعی ضرورت نہیں، میں آج صرف تمہاری مکروہ صورت تمہیں حقیقت کے آئینے میں دکھانے آئی ہوں۔ تمہیں تمہارے وجود پر لگے داغ دکھانے آئی ہوں۔ تم دیکھو۔ دیکھو کہ تم کتنی زہریلی ہو۔ تمہارے شر سے تمہاری اولاد تک محفوظ نہیں رہ سکی۔ تم ایک بے ثمر، بے سایہ بے مصرف شجر ہو۔ ایسی بنجر زمین جس پر کسی کی محبت

کی بارش بھی ہریالی نہیں اگا سکی۔"
"اے۔۔۔" مہ پارہ کے الفاظ چندا کو سرتاپا جھلسا گئے اس نے انگلی اٹھا کر کہا اور نزدیک آکر انہیں دھکا دیتی ہوئی بولی۔ "نکلو۔۔۔ نکلو یہاں سے آج سے کئی سال پہلے تم لوگ میری لیے مر گئے تھے مجھے تم لوگوں سے کوئی لینا دینا نہیں۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ تم سب۔"
"کاش تم اسی وقت واقعی مر گئی ہوتیں چندا! تو آج پھر وقار بھائی کو، ہم لوگوں کو اس ذلت کے گڑھے میں تو نہ دھکیل پاتیں، تم نے اپنی معصوم بیٹی کے جذبات سے اس کی معصومیت سے کھیلا ہے چندا تم کیسی ماں ہو۔"
"او اچھا۔" چندا نے چٹخارا سا لیا۔ "اب سمجھی سارا غصہ اجیہ پر ہے جو مجھ پر نکالا جا رہا ہے۔ چلو نکالو۔۔۔ نکالو جو کچھ دل میں ہے سب کہہ ڈالو۔ میں تو اپنا کہا پورا کر چکی۔ میں نے جمیل کو برباد کرنے کی قسم کھائی تھی میری قسم پوری ہوئی۔" اس نے کندھے اچکائے تو اب تک سائر جو خاموش کچھ کچھ اداس سا کھڑا اسے تک رہا تھا جیسے ہوش میں آکر بولا۔
"کیا قصور تھا ان کا؟ صرف یہی کہ وہ آپ سے محبت کرتے تھے، آپ کی بے وفائی برداشت نہیں کر سکے اور آپ کو اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا۔ صرف اس قصور کی اتنی بڑی سزا کہ آپ نے انہیں بے عزت کرنے کے لیے اپنی اولاد کو بطور آلہ استعمال کیا؟ آپ کو ایک بار بھی اس بچی کی معصومیت پر رحم نہیں آیا جو ماں کی محبت کو ترسی ہوئی زندگی گزارتی آئی تھی، جو صرف آپ کی وجہ سے آیا ؤں کی گود میں پلی۔ ایک لڑکی ہونے کے ناتے اس نے زندگی کے ہر ہر موڑ پر آپ کی کتنی ضرورت محسوس کی، میں گواہ ہوں ان لمحوں کا۔ اور جب آپ ملیں بھی تو۔۔۔ تو اس کی زندگی سے کھیل گئیں۔ ماں نہیں ڈائن ہیں آپ، جو ہماری زندگی کی ہر خوشی کو کھا گئیں۔" وہ بے بسی سے ہونٹ چباتے ہوئے اضطراب سے چلایا۔
"میرے گھر میں کھڑے ہو کر چلانے کی ضرورت نہیں، میں نے اس کی زندگی سے کھیلا نہیں اس کی زندگی کو بنا دیا ہے۔ ورنہ وہ تو کبھی کی بھاگ چکی ہوتی اپنے عاشق کے ساتھ اگر میں تمہیں بروقت فون نہ کرتی۔" وہ تفاخرانہ لہجے میں بولی گویا کوئی بہت قابل فخر کارنامہ انجام دے دیا ہو۔
"اچھا۔۔۔ تو وہ آپ تھیں۔۔۔" حال سے بے حال ابتر حلیے اور سوجے سرخ پپوٹوں والی اجیہ اچانک کہیں سے نمودار ہوئی تھی۔ یک لخطے کو چندا گڑبڑا سی گئی۔
"ارے میری بچی۔۔۔ کہاں رہ گئی تھی تو۔" وہ بناوٹی والہانہ انداز میں اس کی جانب بڑھی۔
"بس۔۔۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے بے لچک انداز میں اسے ٹوکا۔
وہ ہکا بکا رہ گئی۔
"ماں! کتنا معتبر اور پرکشش لفظ تھا آج سے قبل میرے لیے، مگر آج آپ نے اس لفظ پر سے میرا اعتبار اٹھا دیا ہے امی۔۔۔ میں نے آنکھ بند کر کے آپ کی ہر بات پر یقین کیا، اس کو مانا۔ آپ کی کھوئی ہوئی خوشیاں لوٹانے کے لیے اپنی سب سے قیمتی متاع کو داؤ پر لگا دیا اور اب مجھے پتا چلا کہ آپ۔۔۔ آپ تو مجھے کسی مہرے کی طرح استعمال کر رہی تھیں۔ میرے خالص جذبوں سے کھلواڑ کر رہی تھیں۔ کیوں۔۔۔ آخر کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ ایسا؟" وہ اس کے وجود کو جھنجوڑتے ہوئے بولی۔
"اب میں سمجھی کہ آپ مجھ سے ملاقات اور روں سے کیوں پوشیدہ رکھنا چاہتی تھیں۔ آپ کو چھپ کر وار کرنا تھا۔ سو آپ نے کر دیا۔" اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح پہلو میں آگرے۔
"تو میری بات تو سن۔۔۔ یہ سب تو میں نے تیری خاطر کیا ہے۔" وہ اسے پچکارنے لگی۔
"نہیں امی! میرے لیے نہیں آپ نے سب کچھ بابا سے بدلہ لینے کے غرض سے، اپنی انا کی تسکین کی خاطر کیا۔ مگر مجھے آپ سے نہیں خود سے شکایت ہے، میں نے کیسے آپ کی باتوں میں آکر اپنے اتنے پیارے بابا کو زک پہنچائی، کیا ان کی اجاڑ، ویران تنہا زندگی میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رکھی تھی۔ وہ ساری

زندگی ہمارے لیے قربانیاں دیتے رہے اور میں نے۔۔۔ میں نے کیا کیا ان کے ساتھ۔" وہ شدید صدمے کے زیر اثر آگئی۔

"تم۔۔۔ مجھ پر اعتبار نہیں کر رہیں؟" چندا تحیر سے بولی۔

"نہیں ہے مجھے کسی پر اعتبار۔" اجیہ ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ "یا اللہ۔۔۔ یہ میں نے کیا کر دیا' میرے بابا میری وجہ سے موت کی سرحد پر کھڑے ہیں۔" وہ پاگلوں کی طرح خود کو پیٹنے لگی۔ اس کی بات پر چندا مسکرائی۔ دیوانگی آمیز مسکراہٹ۔

"دیکھ لیا۔ مجھ سے ٹکرانے کا کیا انجام ہوا۔"

"بے شرم عورت۔۔۔ بکواس بند کرو اپنی اور اگر تم میں ذرا بھی غیرت ہے تو شرم سے ڈوب مرو۔" مہ پارہ نے دانت پیسے۔

"میں کیوں مروں۔ وہ مرے جو میری تباہی کا ذمے دار ہے۔"

"اپنی تباہی کی وجہ اور ذمے دار آپ خود ہیں۔ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ جان چھوڑ دیں ہماری۔" سائر نے بے بسی سے ہاتھ جوڑے۔

"امی آپ نے مجھے بہت دکھ دیا ہے' میں نے آپ کو کیا سمجھا اور آپ۔۔۔ میں اب بابا کا سامنا کیسے کروں گی۔" وہ کرلا رہی تھی۔

"کیا پتا اس کی نوبت ہی نہ آئے۔ تب تک وہ مر ہی چکا ہو۔" چندا سفاکی سے بولی تو اجیہ بے ساختہ کہہ اٹھی۔

"مرنا تو آپ کو چاہیے۔۔۔ آپ نے اپنی زندگی میں اتنے لوگوں کا دل توڑا ہے ان کی زندگیاں برباد کی ہیں' رشتوں کو ٹشو پیپر کی طرح استعمال کیا ہے مر تو آپ کو جانا چاہیے۔"

"اجیہ۔۔۔ یہ تم کہہ رہی ہو۔" چندا کی آنکھوں میں بے یقینی اور لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کو یقین نہیں آرہا نا کہ میں جو آپ سے اندھادھند محبت اور آپ پر اعتبار کرتی رہی ہوں' میں ایسا کر سکتی ہوں۔ تو امی۔۔۔ یقین تو مجھے خود پر بھی نہیں آرہا ہے' میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میں اپنے ہاتھوں اپنے جہنم کا ایندھن اکٹھا کر رہی ہوں گی۔"

"چلیں خالہ! مجھے بابا کے پاس لے چلیں۔۔۔ میں ان کے پیروں میں گر کر معافی مانگوں گی۔" وہ مچل کر بولی۔

"انسان کو اگر غلطی کا احساس ہو جائے تو معافی مانگنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ نہیں تو بہت دیر ہو جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی گو کہ نقصان کافی ہو چکا ہے۔" مہ پارہ اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہوئی بولیں۔

"میں جا رہی ہوں امی۔۔۔ اور مجھے پورا یقین اور امید ہے کہ آج کے بعد میں آپ سے کبھی نہیں ملوں گی۔" اس کے لہجے میں ڈوبنے والوں جیسی آہیں تھیں۔

مہ پارہ بھی اس کی بات پر رو پڑیں۔۔۔ سائر نجانے کیا ضبط کر رہا تھا آنسو' آہیں یا سسکیاں۔۔۔

"نہیں تم ایسے نہیں جا سکتیں۔۔۔ ابھی تو میں نے تم سے بہت کام لینا ہے۔" چندا سرعت سے پیچھے لپکی اور اسے پکڑ کر کھینچنے لگی۔

"کاش آپ نے غرض سے نہیں محبت سے مجبور ہو کر روکا ہوتا۔" اجیہ رکی اور مڑے بنا بڑی حسرت سے بولی۔ سائر نے اس کے لہجے پر تکلیف سے آنکھیں بھینچی تھیں۔

"رکو۔ ٹھہرو۔۔۔ میں نے تمہارے لیے بہت سے ڈائریکٹروں سے بات کر رکھی ہے مت جاؤ۔۔۔ کامیابی تمہاری منتظر ہے۔" وہ بے بسی سے چلائی۔

"جو سب کچھ چھن جانے کے بعد ملے مجھے ایسی کامیابی نہیں چاہیے۔ مجھ میں آپ جتنا حوصلہ اور ہمت نہیں ہے ماں۔۔۔ میں رشتوں کے بغیر نہیں جی سکوں گی۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو۔۔۔ یہ لوگ تمہیں بھٹکا رہے ہیں۔" اس کے منہ سے کف اڑنے لگا۔

"نہیں امی۔۔۔" وہ مڑی۔ "میرے قدم اب جا کر

ہی تو راہ راست پر پڑے ہیں۔ میں آپ کی طرح بے نشان منزل کی مسافر نہیں بن سکتی۔"

"تمہیں خدا نے بے انداز نوازا تھا۔" مہ پارہ دکھی ہو کر بولیں۔ "اور تمہیں نجانے مزید کس چیز کی ہوس تھی۔" انہوں نے ایک اداس نگاہ اس کے مختصر اور خستہ فلیٹ پر ڈالی۔

"تم نے اگر تھوڑا صبر کرلیا ہوتا تو آج تم واقعی محل میں راج کررہی ہوتیں۔ یہ جھونپڑی تمہارا مقدر نہیں تھی، مگر تم نے اپنے ہاتھوں سے اسے مقدر کیا ہے۔" اس کے بعد وہ لوگ ٹھہرے نہیں، مگر ان کے الفاظ چندا کی سماعت میں راسخ ہو گئے۔ آن واحد میں ہمیشہ کی طرح اس کی پلاننگ ناکام ہو گئی تھی۔

وہ چند ثانیے ساکت کھڑی رہی۔ پھر اچانک ہی اس کے لبوں پر ہنسی آ گئی تھی۔

"ہاہا۔۔۔ ہاہا۔۔۔ میں نے دنیا تسخیر کرلی، میں نے دنیا تسخیر کر ہی لی، کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے۔۔۔ آئے تو سہی اگر اسے برباد نہ کر دیا تو میرا نام۔۔۔ میرا نام۔" "اسے یاد ہی نہ آتا تھا کیا ہے میرا نام۔

"ڈائن۔۔۔ بے حیا۔۔۔ ذلیل۔۔۔ بے غیرت۔۔۔ نہیں نہیں کچھ اور تھا کیا تھا میرا نام۔" وہ چیخ چیخ کر بے حال دیواروں سے اپنا سر ٹکرانے لگی۔

☼ ☼ ☼

چوبیس گھنٹے تمام ہوئے۔ وقار کی طبیعت سنبھل گئی۔ وہ جونہی ہوش میں آئے اجیہ ان کے پیر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے منہ پھیر لیا۔ سائر۔۔۔ مہ پارہ۔۔۔ میرب حتیٰ کہ ماریہ اور سعدیہ تک صورت حال پر آبدیدہ ہو گئیں۔

"معاف کر دیجیے بھائی صاحب۔۔۔ بچی نادانی میں غلطی کر گئی، کیا کرتی مقابل بہکانے والی ماں ہی تھی نا۔۔۔ بس آ گئی باتوں میں۔" مہ پارہ نے کہا۔

"میں جانتی ہوں میں نے آپ کو بہت دکھ، بہت اذیت سے دوچار کیا ہے، لیکن اگر آپ نے مجھے معاف نہیں کیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔" وہ ان کے پیر چھوڑ کر دھمکی آمیز لہجے میں بولی تو وقار تڑپ گئے۔

"بس کرو اجیہ۔۔۔ اور میرا کتنا امتحان لوگی۔" وہ رو پڑے تو اجیہ اور زور زور سے رونے لگی۔ سائر آگے بڑھا اور اس کے کندھوں پر پیار سے بازو حمائل کر کے بولا۔

"بس اب خاموش ہو جاؤ۔ بابا نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔۔۔ اور بابا۔" سائر نے ان کی جانب شرمندہ نگاہوں سے دیکھا۔

"معافی تو مجھے بھی آپ سے مانگنی ہے۔۔۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ آپ مجھے معاف کر سکیں۔"

"میں تو تمہیں بھی معاف کر ہی دوں گا بیٹا کہ اولاد چاہے کتنا ہی دل دکھائے، والدین کے دل ان سے ہمیشہ ہی راضی رہتے ہیں۔ اصل گناہ گار تو تم خدا کے بعد میرب بیٹی کے ہو۔ بہت اذیت۔۔۔ بہت دکھ پہنچایا ہے تم نے اس بچی کو۔"

ان کی بات پر سائر نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ میرب گو کہ اس سے حد درجہ شاکی تھی۔ مگر وہ سب کے سامنے اس کا شرمندگی سے جھکا سر نہ دیکھ سکی۔

"نہیں بابا۔۔۔" وہ مضبوط اور ہموار لہجے میں بولی۔ "سائر کوئی عادی مجرم تو نہیں، یہ تو خود حالات کی ستم ظریفی کا شکار تھے۔ انہیں گناہ گار نہیں۔۔۔ حالات سے مجبور کہیے۔۔۔ بسا اوقات حالات انسان سے وہ کچھ کروا لیتے ہیں جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوتا۔۔۔ اور جہاں تک میری بات ہے۔ ہاں ٹھیک ہے میں ان سے خفا تھی، مگر اب نہیں، تو انہیں مجھ سے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

وہ چمکتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی اور ٹھیک اسی لمحے سائر نے گردن اٹھا کر بڑی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پورے اعتماد سے مسکرائی۔۔۔ جواباً سائر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ چمکی تھی۔ وہ بے اعتبار ہی تھا نا۔۔۔ بے وفا تو نہیں۔۔۔ اور یہی بہت بڑا اطمینان تھا میرب کے لیے، ہاں اسے کچھ وقت لگنا تھا یقین کرنے، اعتبار

کرنے میں۔۔۔ ظاہر ہے برسوں کی خرابی لمحوں میں دور نہیں ہو سکتی، مگر وہ پرامید تھی کہ سائر کی ذات کے سارے سربستہ راز اب اس پر منکشف ہو چکے تھے اور راز مل جائیں تو منزل تک پہنچنے کے راستے آسان ہو جاتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

اور ٹھیک دو ماہ بعد جب میرب نے ایک خوب صورت اور صحت مند بچی کو جنم دیا، تب سائر ایک انوکھے احساس آشنا ہوا تھا۔ جس لمحے اس نے بے ساختگی سے بچی کو گود میں اٹھا کر اس کا ماتھا چوما اس کی آنکھیں نم تھیں۔

اسے بچی کا والہانہ ماتھا چومتے دیکھ کر میرب کے سارے خدشات اور تفکرات بھاپ بن کر اڑ گئے تھے۔ عاشر اور ابراہیم بھی انگلینڈ سے واپس آچکے تھے۔ پارہ اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون ٹرپ پر گئی ہوئی تھی، وہیں سے فون کر کے ڈھیروں مبارک باد پہنچائی تھی اور وقار۔۔۔ ان کی تو خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا انہیں لگتا تھا جیسے ان کی عمر بھر کی ریاضت کا پھل مل گیا ہو۔ خوش تو اجیہ بھی بے اندازہ تھی، مگر اس کا چہکنا، مسکرانا بس اب خواب و خیال کی بات ہو گئی تھی۔ اس کے وجود سے اعتماد عنقا ہو گیا تھا۔ وہ لوگوں سے کترانے لگی تھی ہر وقت خود احتسابی کی کیفیت میں مبتلا رہتی۔ مسز پارہ واپس لوٹ گئی تھیں انہیں اس بات کا شدید قلق تھا کہ وہ اجیہ کو بہو نہیں بنا سکی تھیں کہ حمزہ اسے طلاق نہ دینے پر راضی نہیں ہو سکا تھا۔ اجیہ کی آنکھوں کی بجھی بجھی جوت میرب کے دل کو ٹھیس پہنچا رہی تھی کہ وہ اس کے لیے بھی یہی سمجھتی تھی کہ وہ قصوروار اتنی تھی نہیں جتنی اسے سزا مل رہی تھی۔

عاشر اجیہ کو چاہتا تھا اور میرب چاہ رہی تھی کہ عاشر اسے اپنا لے۔

"میں جانتی ہوں کہ تمہارے لیے اسے اپنانے کا فیصلہ اب ہرگز بھی اتنا خوش گوار اور آسان نہیں ہو سکتا، مگر میں پھر بھی چاہتی ہوں کہ تم اسے اپنا کر اس کی ذات کا فخر اور اعتماد بحال کرنے میں اس کی مدد کرو۔" وہ دردمندی سے کہہ رہی تھی۔

"چاہتا تو میں بھی یہی ہوں، مگر آخر ہوں تو مرد ہی نا۔۔۔ دل میں اس کے لیے اب پہلے والی عزت اور مقام نہیں رہا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"مگر محبت تو بہت اعلا ظرف ہوتی ہے۔"

"محبت تو بے شک ہوتی ہے، مگر مرد اتنا اعلا ظرف نہیں ہوتا۔"

"مگر عاشر۔۔۔ میں تو تمہیں عام مردوں سے مختلف سمجھتی رہی۔" اس نے کسی قدر تاسف سے کہا۔

"اس لیے تم سے اپنا خیال شیئر کر لیا۔"

"مجھے کچھ وقت دو۔" وہ پینٹ کے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ بات تو سچ ہے کہ صرف اسی چہرے نے میرے خیال کی شمعوں کو روشن کیے رکھا۔ کوئی اس دل کو اس کے سوا بھایا ہی نہیں، جو کچھ اس نے اپنی زندگی کے ساتھ کیا اس پہ مجھے بہت افسوس ہے۔"

"میں یہی پوائنٹ تو تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اس نے اپنی زندگی کے ساتھ نہیں زندگی نے اس کے ساتھ کیا۔ اس نے اپنی مرضی سے اپنے لیے ایک بدکردار ماں کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ جو کچھ ہوا اس میں غلطی بے شک اس کی ہے، مگر سارا قصور اس کا نہیں، تب پھر وہ اکیلی سزاوار کیوں ٹھہرائی جا رہی ہے۔" وہ جذباتی ہو گئی۔

"کیوں کہ یہی دنیا کا چلن ہے یہاں جرم کے محرکات نہیں مجرم اہمیت رکھتا ہے۔" وہ دور خلاؤں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اگر اس کی جگہ تمہاری بہن ہوتی تو۔۔۔ تو کیا تم تب بھی اس کے لیے اتنا سخت موقف رکھتے۔۔۔ کیا تم اس کی خلاصی کے لیے کوشش نہیں کرتے؟"

"میری بہن اتنی کم عقل اور جذباتی نہیں ہے۔"

"یہ ہی تو۔۔۔" میرب نے جیسے نکتہ پکڑا۔ "کیوں کہ میری تربیت ایک اچھی عورت نے کی اور مجھے بھکانے

بھی کوئی نہیں آیا۔ مجھے اس طرح آزمایا ہی نہیں گیا نا عاشر! اور آزمائش پر ہم میں سے کتنے لوگ پورے اترتے ہیں؟ اگر ناکامی کو اللہ معاف کر دیتا ہے تو ہم کیوں معاف نہیں کر سکتے جبکہ خطاوار نادم بھی ہے؟" اس کے لہجے میں ہمدردی تھی گہرائی تھی اور بے چارگی بھی.....

"شاید کچھ عرصہ بعد میں اس متعلق کچھ کر پاؤں۔۔۔ فی الحال تو میرا دل نہیں مان رہا ہر چند کہ وہ اس کی جانب ملتفت ہے' مگر ایک دیوار سی ہے جو میرے دل اور اجیہ کے درمیان کھڑی ہو گئی ہے۔" وہ بھی اداس تھا۔

"اور میں دعا کرتی ہوں کہ یہ دیوار جلد ہی گر جائے۔" میرب نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی تھی۔

☼ ☼ ☼

ڈھلتی شام کا سمے تھا۔

وقار صاحب۔۔۔ سائر' میرب اور اجیہ۔۔۔ سائر کی بیٹی جگنو کی دوسری سالگرہ منانے ہوٹل جا رہے تھے۔ خوشی' اطمینان اور آسودگی ان کے چہروں سے جھلکتی تھی۔ زندگی میں آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہوتا جا رہا تھا۔

"بابا۔۔۔ چاکلیٹ کیک لوں گی۔" جگنو نے توتلی زبان میں کہا تو سب ہنس پڑے۔

"ہاں بیٹا۔۔۔ چل رہے ہیں نا۔۔۔ جو چاہے لے لینا۔" ان کی گاڑی سگنل پر ٹھہری' سڑک کی دوسری جانب قطار سے بنی دکانوں کے آگے کوئی ہاہا کار مچی ہوئی تھی' مگر لوگ اس جانب متوجہ نہ ہو سکے۔

"ماروں گی۔۔۔ سب کو ماروں گی۔" پتھر اٹھا اٹھا کر اپنے پیچھے پڑے شرارتی اور بدتمیز بچوں کو پتھر مارتی اس عورت کو دیکھ کر پہلی نگاہ ہی میں کراہیت سی آئی تھی۔ جگہ جگہ پیوند والی خاکی مردانہ قمیص' ٹخنوں سے اونچی لال پھولوں' پھٹے پائنچوں والی شلوار۔۔۔ پھٹی اوڑھنی جو اس کے بنگے پھٹے میل سے اٹے پیروں میں گری جاتی تھی۔ وحشت زدہ چہرے' جھلسی ہوئی رنگت اندر کو دھنسی پتھرائی ہوئی آنکھیں۔۔۔

"پاگل۔۔۔ پاگل۔۔۔ پاگل۔" بچے خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے۔ اس پر کنکر پتھر اچھال رہے تھے۔

"ارے ہٹو' چلو بھاگو یہاں سے۔" ایک دکاندار نے سب کو ڈانٹ کر بھگایا۔

"پاگل۔۔۔ پاگل ہاں میں پاگل۔" اس نے ہیجانی قہقہہ لگایا۔ پھر یک دم خاموش ہو کر وحشت سے چلائی۔

"پاگل۔۔۔ تو پاگل۔۔۔ تو پاگل۔" وہ دیوانگی سے پتھر اٹھا کر اب بچوں کے پیچھے بھاگی۔

"پاگل۔۔۔ دیوانی۔۔۔ ننگی۔" بچے نعرے لگاتے آگے آگے تھے۔

بے لگام خواہشوں کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے والوں کا انجام اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والی آج دوسروں کے لیے تماشا بنی ہوئی تھی۔ سگنل کھل گیا تھا گاڑیاں آگے بڑھنے لگیں۔

☼